عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد۴۴ | ۱۴ تا ۲۰ رجب المرجب ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ جنوری ۲۰۲۵ء | شمارہ ۳

سالانہ ختم نبوت کورس
چناب نگر

قادیانیوں کا بائیکاٹ
قرآن و سنت کی روشنی میں

نبی کریم ﷺ کی حربی تدابیر

کوہ طور اور صحرائے سینا

www.khatm-e-nubuwwat.info
www.khatm-e-nubuwwat.org
www.amtkn.com
Email.editorkn@yahoo.com

حرام رقم سے قرض اتارنا

س:...... اگر کسی کے پاس حرام رقم موجود ہوتو وہ کسی غیر مسلم سے قرض لے کر بدلہ میں اپنی حرام رقم سے وہ قرض اتار دے تو کیا ایسا کرنے سے یہ رقم حلال بن جائے گی؟ اور حرام کھانے کا گناہ تو نہیں ہوگا؟

ج:......غیر مسلم سے قرض لینا اور اس کو استعمال کرنا تو درست ہے مگر قرض واپس کرتے ہوئے حرام رقم دینے کا گناہ باقی رہے گا، اس لئے کہ حرام رقم کو حاصل کرنا اور استعمال کرنا دونوں ہی گناہ ہیں۔ مذکورہ صورت میں صرف اتنا ہوا کہ قرض سے جو کھانا خریدے گا وہ حلال ہوگا اور اس رقم کو اپنی ضروریات میں خرچ کرنا بھی جائز ہوگا، لیکن حرام رقم ملکیت میں لانے کا گناہ اور حرام رقم سے قرض ادا کرنے کا گناہ تو بہرحال ملے گا۔ اس لئے توبہ و استغفار کرنا بھی ضروری ہے اور ساتھ ہی حلال متبادل کی تلاش بھی ضروری ہے۔

''عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لا یکسب عبد مالاً من حرام فینفق فیہ فیبارک لہ فیہ ولا یتصدق بہ فیتقبل منہ ولا یترک خلف ظہرہ الا کان زادہ الی النار۔'' (مسند احمد، ص:۵۳۹، ج:۳)

اسقاط کی صورت میں بچہ کو غسل وکفن دینا

س:...... اگر اسقاط حمل ہوجائے اور بچہ کے کچھ اعضاء مکمل ہوگئے تھے تو ایسی صورت میں غسل اور کفن دینا ہوگا یا نہیں؟

ج:...... اگر حمل گر جائے اور بچہ کے ہاتھ، پاؤں، منہ، ناک وغیرہ کچھ اعضاء نہ بنے ہوں تو نہ نہلایا جائے اور نہ کفن دیا جائے بلکہ یوں ہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر ایک گڑھا کھود کر دفنا دینا چاہئے، لیکن اگر اس بچہ کے کچھ اعضاء بن چکے ہوں تو پھر اس کا وہی حکم ہے جو ایک مردہ بچہ پیدا ہونے کا ہے یعنی اس کا نام رکھا جائے، نہلایا جائے لیکن قاعدہ کے موافق کفن نہ دیا جائے نہ ہی نماز جنازہ پڑھی جائے بلکہ کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (احکام میت ص:۴۸)

اسقاطِ حمل کے بعد حیض یا نفاس کا حکم

س:...... اگر کسی عورت کا اسقاطِ حمل ہوجائے، بچہ کے بعض اعضاء بن گئے ہوں یا اعضاء بالکل نہ بنے ہوں، محض گوشت کا لوتھڑا ہو، اس کے خروج کے بعد آنے والا خون حیض شمار ہوگا یا نفاس ہوگا؟

ج:...... اگر کسی خاتون کا حمل ضائع ہوجائے یا کسی وجہ سے ضائع کرایا جائے (جبکہ بلا عذر ایسا کرنا شدید گناہ ہے جب تک کہ اس میں جان نہ پڑ گئی ہو، اگر جان پڑ گئی ہو تو قتل کا گناہ ہوگا) تو یہ حمل اگر محض گوشت کا ٹکڑا ہے یعنی اعضاء بالکل نہ بنے ہوں تو اس کے خروج کے بعد آنے والا خون حیض کے حکم میں ہوگا، بشرطیکہ حیض کی مدت تک خون جاری رہا ہو (یعنی کم از کم تین دن، تین رات اور زیادہ سے زیادہ دس دن)، اس سے زائد یہ خون استحاضہ میں شمار ہوگا۔ البتہ اگر بچہ کے کچھ اعضاء بن چکے ہوں تو اس کے بعد نکلنے والا خون نفاس کے حکم میں ہوگا۔

''قال فی الہندیۃ: والسقط ان ظہر بعض خلقہ من اصبع او ظفر او شعر ولد فتصیر بہ نفساء ھکذا فی التبیین وان لم یظہر شیئی من خلقہ فلا نفاس لہا فان امکن جعل المرئی حیضاً یجعل حیضاً والا فھو استحاضۃ۔'' (فتاویٰ عالمگیری ص:۳۷، ج:۱)

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سائیں عبدالمجید قریشی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۴ ۱۴ تا ۲۰؍رجب المرجب ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲؍جنوری ۲۰۲۵ء شمارہ:۳

سرپرست

حضرت مولانا حافظ محمد ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیراعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیراعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

سالانہ ختم نبوت کورس، چناب نگر	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مجموعہ کتب حیات الانبیاء علیہم السلام	۷	ادارہ
کوہِ طور اور صحرائے سینا	۱۰	مفتی خالد حسین نیموی قاسمی
حضرت سیّدنا ابوبکر صدیقؓ کے کارنامے (۵)	۱۳	حضرت مولانا سیّد محمد میاں ؒ
حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ	۱۷	مولانا محمد سفیان قاسمی مدظلہ
نبی کریم ﷺ کی حربی تدابیر	۲۰	محترم محمد معاذ محسن
قادیانیوں کا بائیکاٹ....	۲۲	مولانا قاضی احسان احمد
قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ	۲۷	مولانا محمد انس، ملتان

زرِتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقی وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر

فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمہ اللہ
ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ

قسط:۱۰۹ فصل:.... ۳ہجری کے سرایا

۴۹:..... اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ اُحد سے فراغت کے بعد ابواُمیہ عمرو بن اُمیہ بن خویلد الضمری اسلام لائے، قبل ازیں وہ کفر کی حالت میں کفار کے ساتھ جنگِ اُحد میں شریک ہوئے تھے، اور اِسلامی لشکر میں ان کی سب سے پہلی شرکت ''سریۂ بیرمعونہ'' میں ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کفار کے ہاتھوں سے اس دن (بیرمعونہ میں) نجات دِلائی، یعنی ان کے دیگر رُفقاء شہید کردیئے گئے اور وہ بچ نکلے۔

۵۰:..... اسی سال غزوۂ اُحد کے ایام میں اُصیرم (بصیغۂ تصغیر اور بقول بعض بصیغۂ مکبّر) اسلام لائے، ان کا اسم گرامی عمرو بن وقش انصاری ہے، اور اِسلام لاتے ہی غزوۂ اُحد میں شہید ہوگئے، جبکہ انہیں حق تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریزی کا موقع تک نہیں ملا، (یعنی اسلام لانے کے بعد ایک بھی نماز کا وقت نہیں ملا، اس سے قبل ہی شہید ہوگئے)۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی کہ وہ اہلِ جنت سے ہیں۔

۵۱:..... اسی سال غزوۂ اُحد میں معتب بن قشیر منافق نے جو غزوۂ اُحد میں شریک تھا، یہ کہا کہ: ''اگر ہمارا کچھ اختیار چلتا تو ہم یہاں مقتول نہ ہوتے۔'' اسی کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''یَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ'' الآیۃ۔ (آل عمران:۱۵۴)

۵۲:..... اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اِکیس زخم آئے اور پاؤں میں ایسا گہرا زخم آیا کہ اس کی وجہ سے لنگڑانے لگے، نیز سامنے کے دانت ٹوٹ گئے۔

۵۳:..... اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم الانصاری الخزرجی المازنی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ وضو کے راوی ہیں، مشرف باسلام ہوئے، بعدازاں اُحد اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے، اور ۱۱ نبوّت کے ذیل میں (اسی نام کے ایک دُوسرے صحابی) حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ الانصاری الخزرجی الحارثی کے اسلام لانے کا تذکرہ گزر چکا ہے، اور یہ کہ وہ عقبہ ثالثہ میں اسلام لائے تھے، یہ ''صاحب الاذان'' کہلاتے تھے۔

۵۴:..... اسی سال سہل بن ابی حثمہ الانصاری الاوسی کی ولادت ہوئی، وصالِ نبوی کے وقت یہ ہشت سالہ تھے۔

۵۵:..... اسی سال ابوالطفیل عامر بن واثلہ بن عبداللہ الکنانی اللیثی کی ولادت ہوئی، ابنِ اثیرؒ ''اُسد الغابہ'' میں لکھتے ہیں کہ: ''ابوالطفیل ؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے آٹھ سال پائے۔'' اور ان کی وفات باجماعِ محدثین رُوئے زمین کے تمام صحابہ کرامؓ کے بعد ہوئی، ان کا انتقال ۱۱۰ ہجری میں مکہ مکرمہ میں ہوا، کہا گیا ہے کہ اِمام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ حج کے موقع پر ان کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہوئے۔ (جاری ہے)

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

سالانہ تحفظ ختم نبوت کورس، چناب نگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اللہ رب العزت کا فضل وکرم ہے کہ ۷ رستمبر ۲۰۲۴ء کی ختم نبوت گولڈن جوبلی لاہور کی کامیابی اور ۱۰ راکتوبر ۲۰۲۴ء کے سپریم کورٹ کے فیصلے سے عقیدۂ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والوں کو قدرت حق کی طرف سے نیا حوصلہ ملا ہے، پورے ملک میں تحفظ ختم نبوت کے اجتماعات مثالی طور پر ریکارڈ کامیابی سے ہمکنار ہورہے ہیں۔ کامیابی وکامرانی کا روپ اتنا نکھرا ہے کہ سب کو خیرہ کرگیا ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت پون صدی سے سالانہ ختم نبوت کورس کی ایک شاندار سنہری روایت تسلسل کے ساتھ قائم ہے۔ چناب نگر میں بھی نصف صدی کے لگ بھگ سالانہ ختم نبوت کورس منعقد ہوتا ہے، جس میں درجہ رابعہ یا ایف اے پاس شرکاء کو داخلہ دیا جاتا ہے۔

امسال یہ کورس ۸ فروری سے ۲۵ فروری ۲۰۲۵ء تک انعقاد پذیر ہوگا۔ تمام جماعتی ذمہ داران، بہی خواہان اور مجلس کے مبلغین کرام اور دینی مدارس کے مہتمم صاحبان سے گزارش ہے۔ بالخصوص! وہ حضرات جو یہ کورس کرچکے ہیں وہ ساتھیوں کو تیار کرکے ان کے کوائف ابھی سے بھجوانا شروع کریں، تاکہ اسی کے مطابق انتظامات کو حتمی شکل دی جاسکے۔ واجرکم علی اللہ تعالیٰ!

چنانچہ اس سلسلے میں ملک بھر کے مدارس اور عصری تعلیمی اداروں کے نام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خان خاکوانی دامت برکاتہم العالیہ کی جانب سے درج ذیل خط بھیجا گیا، جس میں انہیں اس جانب توجہ دلائی گئی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت جناب حضرت مہتمم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی!

گزارش ہے کہ وفاق المدارس کے سالانہ امتحان کے ختم ہونے کے ساتھ دوسرے روز سالانہ ختم نبوت کورس ’’جامعہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر ضلع چنیوٹ‘‘ میں منعقد ہوتا ہے۔

چنانچہ امسال ۹ تا ۲۶ رشعبان ۱۴۴۶ھ مطابق ۸ تا ۲۵ رفروری ۲۰۲۵ء منعقد ہوگا۔ جس میں

☆...... عقیدہ ختم نبوت ☆...... رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام ☆...... ظہور امام مہدی علیہ الرضوان

☆...... حجیت حدیث ☆...... ردِّ نصاریٰ ☆...... ردِّ قادیانیت

☆...... غامدیت ☆...... جدید فتن ☆...... گوہر شاہی وغیرہ

موضوعات پر فاضل اہل علم حضرات درس دیتے ہیں۔

پاکستان بننے کے بعد یہ سلسلہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے شروع کیا تھا۔ چناب نگر میں بھی گزشتہ تیس سال سے یہ کورس تسلسل کے ساتھ منعقد ہو رہا ہے، مقامی کورسوں کے علاوہ اس سالانہ کورس میں اس وقت تک پندرہ ہزار چھ سو چھپن (۱۵۶۵۶) حضرات نے اس سے استفادہ کیا ہے۔

اس کورس میں مثبت انداز میں عقائد و مسائل پر گفتگو ہوتی ہے۔ کورس کے شرکاء کو رہائش خوراک، نصاب کی کتب، امتحان، سند، وظیفہ کے علاوہ انعامی کتب بھی تمام شرکاء کو مہیا کی جاتی ہیں۔ پورے ملک کے مدارس سے علماء، طلبہ سمیت اسکولوں اور کالجوں سے جدید تعلیم یافتہ حضرات تشریف لاتے ہیں۔ باہمی محبت اور قومی یکجہتی کا خوبصورت ماحول ہوتا ہے۔

آپ سے استدعا ہے کہ عقائدِ اسلام کے تحفظ کے اس علمی و معلوماتی پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے بھرپور سرپرستی فرمائیں۔ اپنے بیان میں چھٹیوں کے دوران درجہ رابعہ تا دورہ حدیث شریف کے طلبہ اور متخصصین حضرات کو اس کورس میں شرکت کی طرف رغبت دلائیں۔ واجرکم علی اللہ تعالیٰ!

دعا گو

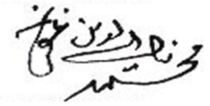

حافظ ناصر الدین خاکوانی عفی عنہ

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان ۲۶ر دسمبر ۲۰۲۴ء

امید ہے کہ مدارس اور عصری تعلیمی اداروں کے منتظمین حضرات اس کورس کی افادیت کو سمجھتے ہوئے اپنے عزیز طلبہ کو اس میں شرکت کرنے اور اس سے استفادہ کی طرف توجہ دلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کورس کے تمام شرکاء کو کامیاب فرمائے اور امت مسلمہ کے دین و ایمان کی حفاظت کا انہیں ذریعہ بنائے، آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

مجموعہ کتب حیاتُ الانبیاء علیہم السلام

ادارہ

الحمدللہ وکفی وسلام علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء، امابعد!

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے بعد اسلامیان پاکستان خصوصیت سے دو نئی آزمائشوں سے دوچار ہوئے۔ ایک ناصبی گروہ جس کے بانی محمود احمد عباسی کراچوی تھے اور دوسری آزمائش انکار حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کی ایجاد تو تھی۔ ہمارے بزرگوں نے دونوں آزمائشوں کا بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا اوران کے اثرات مہلکہ سے امت مسلمہ کو بچانے کی بھرپور سعی مشکور کی۔

ناصبی گروہ کے معاون ومددگار یا اس سے متاثر بعض افراد تھے اور اب تک مستقل جماعت اس آزمائش کی آبیاری کے لئے داعی کے طور پر معرض وجود میں نہ آسکی۔ ان اکا دکا بعض افراد کا رڈ اور تعاقب بھی اہل حق کے افراد نے کیا اور خوب کیا۔ ان کو ناکوں چنے چبوائے۔ دن کو تارے دکھائے۔ ان کا ماتھا زمین سے رگڑا۔ حامیان یزید، ناصبی گروہ، محمود عباسی کا ریزہ چین ٹولہ اس کی کتابوں کے بروکر سے زیادہ کردار ادا نہ کرسکا۔

چنانچہ اس نحوست کے شکار آج دل وجان سے یزید کے حامی ہونے کے باوجود ظاہری طور پر اس سے برأت و اظہار بیزاری میں اپنی عافیت سمجھتے ہیں۔ امت کی یہ کامیابی اور یزید پلید کے حامیوں کی یہ ذلت ورسوائی ایک حقیقت ہے۔ اب یزید ایک گالی ہے، اس سے زیادہ اس کی وقعت نہیں اور اس کے حامی منہ پھٹ، بزدل، نکھٹو کے طور پر جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ محمود عباسی کی کتابوں کے بروکروں کے گھروں میں اس دن سے آج تک نحوست کے راج کا یہ عالم ہے کہ بھائی بھائی سے، دوست دوست سے، عزیز عزیز سے باہم دست بگریباں ہے۔ سیدنا حسینؓ کی منقصت نے ان کے دلوں سے سکون کی نعمت کو عنقاء کردیا ہے اور وہ کٹے ہوئے پتنگ کی طرح حوادثات کے تھپیڑوں سے ڈانواں ڈول ہیں۔

البتہ انکار حیات النبی کے مدعی حضرات نے ایک جماعت بنائی۔ انہوں نے ملک کے بعض حصوں میں اس مسئلہ کو بیان کرکے ایک ہیجان بھی برپا کیا۔ لیکن الحمدللہ روز اول سے ہمارے حضرات نے ان پر راہ راست واضح کرنے کے لئے مذاکرات، گفت و شنید کی مجالس اور ثالثی کی محافل قائم کیں۔ اپنا موقف واضح کرنے کے لئے اہل علم واہل قلم نے جماعتی سطح پر اپنا متفقہ موقف پیش کیا۔

ان حضرات کے ردونقد پر جواب الجواب بھی شائع ہوئے اور دلائل کی دنیا میں خیر القرون کے زمانہ سے آج تک تسلسل کے ساتھ امت کے متفقہ موقف کو واضح کیا گیا کہ: ”پاکستان میں انکار حیات النبی ﷺ کے بانی سے قبل چودہ سو سال میں ایک بھی قابل ذکر مسلمان ایسا نہیں جو حیات النبی ﷺ کا منکر ہو۔“ حیات النبی ﷺ کے مسئلہ کے اثبات اور منکرین حیات النبی ﷺ کے رد میں کتابیں، رسائل، مضامین اتنے لکھے گئے کہ ان کی ترتیب وتعارف تو رہا درکنار، انہیں جمع کرنا بھی ایک معرکہ سر کرنے سے کم نہ ہے۔ سوچا کہ اگر اس وقت ان کے حصول اور جمع وترتیب میں اتنی مشکلات ہیں تو مزید وقت گزرنے کے ساتھ کیا کچھ ہوگا۔ لہٰذا اللہ رب العزت کا نام لے کر اہل علم اور اس میدان کے شاہسوار وشناور حضرات سے مشاورت شروع کی اور اپنے خدشہ کا ان کے سامنے ذکر کیا۔

حضرت مولانا منیر احمد منور کھروڑپکا، حضرت مولانا قاضی ظہور الحسن اظہر چکوال، حضرت میاں محمد رضوان نفیس لاہور، حضرت مولانا محمد انور اوکاڑوی ملتان، حضرت مولانا محمود عالم اوکاڑوی راولپنڈی، مولانا محمد عاطف مرکز اہل سنت سرگودھا، حضرت پروفیسر مولانا محمد مکی علی پور، حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر گجرات، حضرت مولانا قاری ابوبکر مہتمم جامعہ حنفیہ جہلم، حضرت مولانا قاضی محمد ثاقب الحسینی اٹک، حضرت مولانا

نیاز احمد اوکاڑوی، حضرت مولانا محمد رضوان عزیز، حضرت مولانا مفتی شاہد مسعود سرگودھا اور حضرت مولانا عبدالجبار سلفی ان حضرات سے ملاقاتیں، ٹیلی فون پر رابطہ ومشاورت ہوئی۔ ان حضرات کی متفق اللسان تائید پر حوصلہ ہوا۔ اپنے رفقاء حضرات مبلغین کرام مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد راشد مدنی، مولانا حافظ محمد انس، مولانا فقیر اللہ اختر، مولانا محمد طیب اور مولانا محمد اسحاق ساقی سے مشاورت کے لئے ساعی ہوئے۔ ان تمام حضرات نے بھی مشاورتی اجلاس میں اس ضرورت کا اظہار کیا کہ گزشتہ دور میں جو کچھ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام پر لکھا گیا ہے۔ اس میں ایک لفظ کی کمی وبیشی کے بغیر اسے یکجا ایک سیٹ کی شکل میں جمع کر دیا جائے تاکہ ایک علمی خزانہ محفوظ ہو جائے، تو یہ ایک بہت بڑی علمی خدمت ہوگی۔ ورنہ حالات زمانہ کی گردش اور مرور زمانہ کے اثر سے اسے محفوظ رکھنا مشکل ہوگا۔ چنانچہ اس کے لئے طے ہوا کہ پہلے اس عنوان پر جتنا کچھ لکھا گیا، اسے جمع کیا جائے۔ پھر ان کی ترتیب قائم کی جائے۔ اس کے بعد کمپوزنگ، پروف ریڈنگ پھر اس کی اشاعت کی فکر کی جائے۔

پاکستان میں دینی کتب کی اشاعت کا نامور ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کے ڈائریکٹر جنرل حضرت مولانا حافظ محمد اسحاق اشرفی ملتان سے طباعت کے سلسلہ میں مشاورت ہوئی، انہوں نے بشاشت قلبی سے اس کی تمام تر ذمہ داری قبول فرمائی۔ بلکہ ان کا حکم تھا کہ تمام تر کتب جو ایک سیٹ کی شکل میں شائع کرنا مطلوب ہوں وہ مجھے مہیا کر دی جائیں تو اس کی کمپوزنگ وغیرہ بھی ابھی سے شروع کر دی جائے۔ چنانچہ بعض مسودہ جات ان کے سپرد کر دیئے گئے۔ لیکن وہ اتنا بڑا ادارہ ہے کہ ان کا ایک ساتھ کئی کتب پر کام ہو رہا ہوتا ہے۔ اس عنوان کے مسودہ جات پر کام کے لئے بھی انہوں نے ایک منصوبہ بندی کرنی تھی، جب کہ ہمارے رفقاء کا خیال تھا کہ اس کام کو ترجیحی بنیادوں پر لے کر چلنا چاہئے۔

چنانچہ چار کمپوزر حضرات مولانا محمد وسیم اسلم، جناب محمد عدنان سنپال، مولانا عتیق الرحمٰن اور مولانا محمد امین کو اس کام کے لئے وقف کیا گیا۔ انہوں نے زور وشور سے کام کرنے کے لئے حوصلہ کی راہ دکھائی۔ جو کتب موجود تھیں ان کی فہرست مرتب کی۔ مزید جن کتب کو حاصل کرنے کی راہنمائی ہوئی ان کے حصول کے لئے راہیں متعین کیں۔ اس کے بعد فیصلہ ہوا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہم کو اس کام کا مدار المہام بنایا جائے۔ تمام کتب ان کی خدمت میں پیش کی جائیں وہ سب کا جائزہ لے کر ترتیب قائم کر دیں۔ جن کتب کی اشاعت کی جس ترتیب سے وہ اجازت دیں اس پر کام کا آغاز کر دیا جائے۔ آپ سے عرض کیا گیا، آپ ملتان تشریف لائے ان کے ساتھ ان کے معاون مولانا محمد عمران مدرس جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا بھی تھے۔ انہوں نے پوری رات جاگ کر ان قابل اشاعت کتب کی ترتیب قائم کی۔ یوں کام کا آغاز کرنے کا سامان ہو گیا۔ اس پر دن رات ایک کئے۔ بعض اداروں کی لائبریریوں سے کتابوں کو فوٹو کرانے کے لئے حاصل کیا۔ مرکز اہل سنت سرگودھا، جامعہ حبیب المدارس یا کی والا علی پور کی لائبریریوں سے کتب منگوائیں۔ خود اس کام کے سرپرست حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہم نے اپنی کتب اور بعض اداروں یا شخصیات سے کتابوں کے حصول کے لئے ہم سے بھی زیادہ فکر کے ساتھ کوشش فرمائی۔

مجموعی طور پر ایک سو بائیس (۱۲۲) کتب و رسائل واشتہارات کے شائع کرنے کا فیصلہ ہوا۔ چند کتب ورسائل بوجوہ ان کو قلم زد کیا یا وہ آئندہ کے لئے ملتوی کر دیئے گئے۔ اس دوران حضرت مولانا قاضی ارشد الحسینی مدظلہم نے مشورہ سے نوازا کہ تمام مروجہ فتاویٰ جات سے حیات الانبیاء پر فتاویٰ کو جمع کیا جائے۔ واقعتاً یہ بہت بڑی خدمت تھی اس کی ضرورت واہمیت سے بھی انکار نہیں، لیکن یہ ایک مستقل کام ہے۔ سردست اس کے لئے وقت نہ نکال پائے۔ بعض حضرات نے ماہنامہ، ہفتہ وار رسائل کے مضامین کو جمع کرنے کا فرمایا۔ اس کی بھی ضرورت سے انکار نہیں، لیکن اس کے لئے بھی ہمت اور وقت دونوں میسر نہ آسکے۔ غرض جو کچھ ہوسکا، اس پر بھی چھ ماہ مذکورہ بالا چار ساتھیوں کے کمپوزنگ پر لگے۔

مولانا عبدالستار گورمانی مبلغ خانیوال، مولانا محمد انس ملتان، مولانا محمد نعیم مبلغ لیہ وبھکر، مولانا شرافت علی مبلغ نارووال، مولانا محمد عثمان مبلغ بہاولنگر اور مولانا ارشاد احمد مبلغ ٹوبہ ٹیک سنگھ ان حضرات نے پروف ریڈنگ کے لئے ایثار کیا۔ غرض دن رات کی صبر آزما محنت کے بعد تقریباً دس ہزار صفحات کی حامل سترہ جلدوں کا یہ سیٹ تیار ہوا۔ یاد رہے کہ:

ا......اس سیٹ کا نام ’’مجموعہ کتب حیات

الانبیاء“ ہے۔

۲......یہ سیٹ سترہ جلدوں پر مشتمل ہے۔

۳......اس سیٹ کے دس ہزار صفحات ہیں۔

۴...... مجموعہ کتب حیات الانبیاء کے سیٹ کی ہر جلد کے ٹائٹل پر اس جلد میں شامل کتب کا نام و نمبر شامل ہیں۔

۵......سترہ جلدوں میں تسلسل کے ساتھ ان کتب کے نام و نمبر ترتیب کے ساتھ چلیں گے۔

۶......آخری جلد میں نمبر ایک سے ایک سو بائیس تک تمام کتب کے نام مجموعہ کتب کی جلد اور صفحہ کے ساتھ فہرست شامل کردی ہے۔ تاکہ تلاش میں آسانی رہے۔

۷...... تمام جلدوں کا ٹائٹل رنگین اور دلآویز ہے۔

۸...... ہر جلد پر آرٹ کور کا ٹائٹل بھی چسپاں کیا ہے تاکہ ہر جلد محفوظ اور اس کی شان و شوکت دیرپا ہو۔

۹...... ہر کتاب پر اس کے مصنف کا نام نمایاں ہے۔

۱۰......”حرفے چند“ کا عنوان ہر کتاب کے اوّل میں لگا کر کتاب کے مصنف اور کتاب کا تعارف شامل کردیا گیا ہے۔

۱۱...... ہر کتاب کے اوّل میں فہرست کی اگر ضرورت تھی تو لگادی گئی ہے۔

۱۲...... ہر کتاب کے ٹائٹل کے ساتھ اگر قدیم ایڈیشن کا ٹائٹل میسر آگیا تو وہ بھی لگا دیا گیا ہے۔

۱۳......پورے سیٹ میں اوّل سے آخر تک ایک سائز رکھا گیا، صفحات کی سطروں کی تعداد بھی یکساں رکھی گئی ہے۔

۱۴......یاد رہے کہ اس سیٹ کی قیمت مقرر کرتے ہوئے نفع کمانے کی بجائے تبلیغ کے نقطۂ نظر کو سامنے رکھا گیا ہے۔ تقریباً لاگت پر قیمت کا تعین کیا گیا تاکہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو۔

ان چودہ نمبرات میں سیٹ کے چودہ پہلو واضح کردیئے گئے ہیں۔ قرآن مجید کا ارشاد گرامی ہے: ”اذقال یوسف لابیہ یاابت انی رأیت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین“ (یوسف:۴) سیدنا یوسف علیہ السلام خود، آپ کے گیارہ بھائی، والد گرامی اور والدہ محترمہ ان سب کی تعداد بھی چودہ ہی بنتی ہے۔ اس سیٹ کی اشاعت پر کوئی چیں بجبیں ہو تو ”کذالک کدنا لیوسف“ میں انعام الٰہی کے تذکرہ پر توجہ رہے بموجب اس کے اس سیٹ کی اشاعت کو بھی ہم انعام الٰہی سمجھتے ہیں۔ (۲۴؍ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ، مطابق ۲۸؍اکتوبر ۲۰۲۴ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ کی کراچی آمد

حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خان خاکوانی مدظلہ کا نمازِ جمعہ سے خطاب

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ پیر طریقت حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خان خاکوانی دامت برکاتہم اپنے حالیہ دورۂ کراچی کے موقع پر ۲۰؍دسمبر ۲۰۲۴ء بروز جمعۃ المبارک شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ (سابق نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) کی نسبت سے معروف جامع مسجد فلاح (نصیر آباد، ایف بی ایریا بلاک ۱۴) تشریف لائے۔ یہاں آپ نے نمازِ جمعہ سے قبل حاضرین کے اجتماع سے گھنٹہ بھر خطاب فرمایا۔ آپ کا وعظ علمی و اصلاحی نکات سے لبریز تھا۔ آپ نے عقیدۂ ختم نبوت کی دل نشین تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ختم نبوت کی برکت سے امت مسلمہ کو خلافت جیسا نظامِ حکومت ملا، لیکن افسوس کہ ہم اس کی قدر نہ کرسکے اور اس نعمت کبریٰ کو سنبھال نہ سکے۔ آپ نے عوام الناس پر زور دیا کہ اپنے اندر صالح قیادت پیدا کریں اور اپنے حکمرانوں کے چناؤ کے وقت ان میں صلاح و تقویٰ کی صفت کو ملحوظ رکھیں تو ہمارے بہت سارے مسائل حل ہوسکتے ہیں۔ نمازِ جمعہ کے بعد کثیر تعداد میں نمازیوں نے آپ سے مصافحہ و درخواست دعا کا شرف حاصل کیا۔ اس موقع پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا محمد قاسم رفیع اور ان کے رفقاء، کارکنانِ ختم نبوت کی بڑی تعداد موجود تھی۔ مسجد کی انتظامیہ اور امام مسجد مولانا مفتی محمد عمیر باری مدظلہ نے حضرت امیر مرکزیہ مدظلہ کی تشریف آوری پر اُن کا شکریہ ادا کیا۔

کوہِ طور اور صحرائے سینا

مولانا مفتی محمد خالد حسین نیموی قاسمی

”میدان تیہ“ مصر اور شام کے درمیان ستائیس میل کا ایک وسیع وعریض میدان ہے۔ اسے ”وادی تیہ“ اور ”صحرائے سینا“ بھی کہتے ہیں۔ یہ جزیرہ نمائے سینا کا ایک حصہ ہے، مکمل جزیرہ نمائے سینا تقریباً 67 ہزار مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ فی الحال یہ خطہ عربی جمہوریہ مصر کا حصہ ہے۔

اس کے شمال میں بحیرہ روم، مغرب میں خلیج سویز اور نہر سویز، مشرق میں فلسطین (غزہ کی پٹی اور اسرائیل) خلیج عقبہ اور جنوب میں بحیرہ احمر (لال سمندر، بحر قلزم) واقع ہے۔ اسے براعظم افریقا اور ایشیا کے درمیان لنک سمجھا جاتا ہے، اس وادی سے اللہ کے برگزیدہ نبی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کے بہت سے آثار وابستہ ہیں، اسی میدان میں بنو اسرائیل اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گستاخانہ اور عدم تعاون کا رویہ اختیار کرنے کی وجہ سے چالیس سال تک مارے مارے پھرتے رہے“ ”تیہ“ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں سرگرداں رہنا، گھومتے رہنا۔ تیہ لق ودق بیابان یا ایسے بیابان کو بھی کہتے ہیں جس میں مسافر گم ہوجائے۔

چونکہ بنی اسرائیل اس میدان میں دن رات چلتے رہتے تھے؛ لیکن اس میدان کو قطع نہیں کر پاتے تھے وہ صبح کو جہاں سے چلنا شروع کرتے شام کو پھر وہیں پہنچ جاتے تھے اور شام کو جہاں سے چلتے تھے صبح وہیں پہنچ جاتے تھے، اس لیے وادی سینا کے اس حصہ کا نام وادی تیہ یا میدان تیہ پڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کی اس کیفیت کی عکاسی کرنے کے لیے ”یتیھون“ کا جملہ استعمال فرمایا۔

”قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِينَ۔“(26)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: پس چالیس سال تک وہ زمین ان پر حرام ہے، یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے، تو (اے موسیٰ!) آپ (اس) نافرمان قوم پر افسردہ نہ ہوں۔

اُس وقت یہ وادی ایک چٹیل میدان کی طرح تھی، اس وادی میں نہ کوئی سایہ دار درخت تھا اور نہ ہی کوئی عمارت تھی، ان کے پینے کے لیے نہ تو پانی میسر تھا، نہ کھانے کے لیے کوئی چیز، نہ ضروریات زندگی کے دیگر لوازمات؛ اس بے سروسامانی کے عالم میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی قوم کی حالت پر بڑا ترس آیا اور بدحالی کو دور کرنے کے لیے رب العالمین سے دعا کی، ان کی دعا سے ان کے لیے راحت کے سب سامان مہیا ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دھوپ سے بچاؤ اور سایہ کے حصول کے لیے بادل بطور سائبان نازل فرمادیا، کھانے کے لیے من وسلویٰ بھیج دیا۔

اسی خطہ میں واقع پہاڑ کو قرآن کریم میں ”طور سینا“ بھی کہا گیا ہے اور ”طور سینین“ بھی۔ اسے ”جبل موسیٰ اور جبل طور“ بھی کہتے ہیں۔ ”سینین“ دراصل جزیرہ نمائے سینا ہی کا دوسرا نام ہے، اب یہ سارا ہی علاقہ، جس میں کوہ طور واقع ہے، مصر کے قبضہ میں ہے، ”صحرائے سینا“ کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ سینین بنیادی طور پر اس خطہ کا نام ہے؛ البتہ اس کے کئی اور معانی بھی آتے ہیں، جن میں ”خوب صورت، اچھا، وہ پہاڑ جس پر گھنے یا پھل دار درخت ہوں“ شامل ہیں۔ طور سینین کو سورۃ المومنون کی، آیت نمبر 20 میں طور سینا کہا گیا ہے اور آج کل بھی سیناء کا نام سیناء ہی ہے۔

صحرائے سینا اور کوہ طور یہ دونوں مصر کے ایشیائی حصے میں ہیں، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ آپ اگر زمین کا نقشہ دیکھیں تو آپ کو لال سمندر (بحیرۂ احمر) غلیل کی وی (V) کی طرح دو حصوں میں بہتا نظر آئے گا، غلیل کی یہ وی درمیان میں مثلث بناتی ہے اور یہ مثلث سینا کہلاتا ہے، مثلث کی نوک پر مصر کا سیاحتی شہر ”شرم الشیخ“ آباد ہے؛ جب کہ اوپری حصہ چار ملکوں اور بحیرہ روم سے جاٹکراتا ہے، وہ چار ملک

سعودی عرب، اردن، فلسطین، اسرائیل اور مصر ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دو مرتبہ اس مثلث یعنی جزیرہ نمائے سینا میں داخل ہوئے۔ آپ پہلی بار اس وقت سینا میں آئے جب آپ فرعون کے لے پالک صاحب زادے تھے، آپ کی پرورش محل میں ہوئی تھی، آپ فرعون کے وارث بن رہے تھے؛ لیکن پھر ان سے نادانستہ طور پر ایک قبطی قتل ہو گیا اور آپ سزا اور فرعون کے ظلم سے بچنے کے لیے سینا میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ سینا اس وقت فرعون کی سلطنت میں شامل نہیں تھا، حضرت موسیٰ صحرا میں چلتے چلتے مدین پہنچ گئے، دوسری بار جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے بنو اسرائیل کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات عطا کی۔

آپ نے بنی اسرائیل کو ساتھ لیا، اپنے عصا سے ’’ریڈ سی‘‘ کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور بنی اسرائیل کے ساتھ دوبارہ صحرائے سینا میں داخل ہو گئے، جب کہ فرعون اپنی فوج سمیت ریڈ سی میں غرق ہو گیا۔ فرعون سے نجات پا کر آپ اپنی امت کے ساتھ کوہِ طور کے گرد پناہ گزین ہو گئے۔

سورۂ تین میں اللہ تعالیٰ نے طور سینین کی قسم بھی کھائی ہے، ’’سینا/سینین‘‘ ایک بلند پہاڑ ہے، جو مصر سے مدین یا مدین سے مصر جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے۔ اسی پہاڑ کی ایک چوٹی کا نام ’’طور‘‘ ہے۔ اسی پہاڑی پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی وہ تجلی دکھائی تھی جس کے اثر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے تھے۔

اس واقعہ کی طرف سورہ اعراف آیت 143 میں اشارہ کیا گیا ہے: ’’وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ۔‘‘ (143)

ترجمہ: ’’اور جب موسیٰ ہمارے وعدے کے وقت پر حاضر ہوا اور اس کے رب نے اس سے کلام فرمایا، تو اس نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا؛ تاکہ میں تیرا دیدار کر لوں۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا؛ البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا، پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب ہوش آیا تو عرض کی: یا رب! تو پاک ہے، میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔‘‘

صورت حال یہ بنی تھی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا؛ تو کلام ربانی کی لذت نے انہیں اللہ عزوجل کے دیدار کا مشتاق بنا دیا، چناں چہ شدت شوق میں بارگاہ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا دیجیے؛ میں آپ کا دیدار کر لوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ’’طور‘‘ کی قسم بھی کھائی اور اس نام سے ایک مکمل سورہ بھی اتاری ہے۔ کوہ طور ان مقامات میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے خصوصی تقدس عطا فرمایا ہے۔

متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طور سینا میں مختلف واقعات رونما ہوئے ہیں؛ جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا، چالیس دن کا میقات، بنی اسرائیل کے 70 لوگوں کے ساتھ میقات پر جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات شامل ہیں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اردن میں ’’کوہ نبوی‘‘ کے دامن میں ہوئی۔ اسی پہاڑ کے دامن میں ایک وادی ہے، جس کا نام ’’طویٰ‘‘ ہے، جسے قرآن میں وادی مقدس اور البقعۃ المبارکہ بھی کہا گیا ہے۔ اسی مقام پر موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی اور دو دفعہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔

قرآن کریم میں اس کا ذکر دو جگہ ہے۔

سورہ 20 آیت 12 میں فرمایا: ’’بے شک میں ہی تمہارا رب ہوں، سو تم اپنے جوتے اتار دو، بے شک تم طویٰ کی مقدس وادی میں ہو۔

اسی طرح سورہ 79 آیت 16 میں فرمایا: ’’جب ان کے رب نے طویٰ کی مقدس وادی میں انہیں پکارا تھا۔‘‘ کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام دو مرتبہ گئے تھے۔ پہلا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب موسیٰ علیہ السلام وادی مقدس میں آگ کی تلاش میں تھے اور وادی میں چمکنے والا شعلہ دراصل خدا کے وجود کا نشان تھا۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو خدا سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا اور انہیں خدا کی طرف سے معجزات عطا کیے گئے۔ اس واقعے کا تلمیحی استعمال ان مرکبات سے ہوا ہے۔ وادی ایمن، شجر ایمن، آگ، وادیِ مقدس، شعلہ سینا وغیرہ۔ دوسرا واقعہ اس وقت پیش آیا جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرعون کے قہر سے نجات دلا کر وادی سینا میں قیام کیا۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو بنو اسرائیل کی ہدایت و راہ نمائی کے لیے شریعت عطا کرنے کے لیے کوہ طور پر بلایا گیا۔ شروع میں انہیں تیس راتوں کے لیے بلایا گیا تھا، بعد میں دس راتوں کا اور اضافہ کر دیا گیا۔ جب موسیٰ علیہ

السلام کے چالیس دن پورے ہوئے تو انہیں شریعت عطا کی گئی اور اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شوق ہوا، انہوں نے درخواست کی، موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے کہا: ’’لن ترانی‘‘ ’’تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ ہم اپنی تجلی کا ظہور اس پہاڑ پر کریں گے، اگر یہ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے؟ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر اپنی تجلی کا ظہور کیا، وہ پہاڑ تجلی کو برداشت نہ کر سکا اور پارہ پارہ ہوگیا۔ موسیٰ بھی بے ہوش ہوکر گر پڑے اور اپنی عاجزی کا اعتراف کیا۔ اس واقعہ کا تلمیحی استعمال شعر وادب میں اس کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے کثرت سے ہوا ہے۔

بنی اسرائیل کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گستاخانہ رویہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے اپنی قوم کو لے کر نکلے تو فرعون اور اس کی فوج نے آپ کا تعاقب کیا، اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو سمندر میں غرق کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو نجات عطا فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنو اسرائیل کے ساتھ سمندر عبور کر کے بحکم الٰہی صحرائے سینا میں ٹھہرے، وہیں آپ علیہ السلام کو اللہ رب العالمین کی طرف سے کوہِ طور پر بلایا گیا اور کتاب ہدایت ’’توراۃ‘‘ عطا کی گئی۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ اپنی قوم بنی اسرائیل کے ساتھ فلسطین میں آباد مشرک اور کافر قوم (جو فلسطی کہلاتے تھے) کے ساتھ جہاد کر کے انہیں وہاں سے نکال دیں اور اپنی قوم کے ساتھ اس مقدس شہر میں داخل ہو جائیں اور وہیں مستقل بود و باش اختیار کریں، کیوں کہ یہ ارض مقدس آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے موعود ہے۔

ان کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کا تعلق اس خطہ سے تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کی وساطت سے بنی اسرائیل مصر میں منتقل ہوئے۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں مصر سے لے کر نکلے تو انہیں حکم ہوا کہ اب جاؤ اپنے اصل گھر (ارضِ فلسطین) کو دوبارہ حاصل کرو؛ لیکن جب جنگ کا موقع آیا تو پوری قوم نے کورا جواب دے دیا کہ ہم جنگ کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اس کم ہمتی کی وجہ سے انہیں وادی تیہ میں بھٹکنا پڑا۔

چالیس سال تک صحرائے سینا میں بھٹکتے رہے، یہاں تک کہ ان کے وجود سے چار سو سال کی غلامی کے اثرات ختم ہوگئے اور وہ ایک نارمل اور آزاد انسان اور آزاد قوم بن گئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی سن لی، انہیں صحرا سے نکلنے کا راستہ مل گیا، اس کے بعد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے عہدِ خلافت میں بنی اسرائیل اس قابل ہوئے کہ فلسطین فتح کر سکیں۔

متعدد آیات کی تفسیر میں میدان تیہ، کوہ طور، وادی مقدس اور جزیرہ نمائے سینا کی تفصیلات متعدد مورخین ومفسرین واہل جغرافیہ نے لکھی ہے۔ ان سب کا خلاصہ پیش کیا گیا، وباللہ التوفیق! ☆☆

تحفظ ختم نبوت کانفرنس، نیوکراچی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے زیر اہتمام عظیم الشان تحفظ ختم نبوت کانفرنس ۲۳؍دسمبر ۲۰۲۴ء بروز پیر بعد نمازِ مغرب جامعہ مدنیہ المعروف سفید مسجد سیکٹر E-5 نیو کراچی میں زیر صدارت حضرت مولانا فضل الباری مدظلہ اور زیر نگرانی مولانا ثناء اللہ خیسوری منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی تیاری کے لئے علماء کنونشن، دروس، خطباتِ جمعہ، متعدد مساجد میں اعلانات کی ترتیب قائم کی گئی۔ ۱۸؍دسمبر کو جامع مسجد چراغ الاسلام میں ایک کامیاب علماء کنونشن منعقد ہوا۔ جس میں کثیر تعداد میں علماء کرام نے شرکت کی۔ ۲۳؍دسمبر کو بعد نماز مغرب جامعہ مدنیہ میں کانفرنس منعقد ہوئی، پروگرام کا آغاز قاری رمیز احمد مالکی کی تلاوت سے ہوا، نعتیہ کلام مولانا عمیر عثمانی، حافظ عبداللہ عبدالقادر نے پیش کیا۔ بعد ازاں امیر مرکزیہ حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خان خاکوانی مدظلہ، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا عبدالحئی مطمئن، مولانا محمد رضوان اور عزیزم مولوی قاضی محمد بن مولانا قاضی احسان احمد کے بیانات ہوئے۔

امیر المومنین سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کارنامے

آخری قسط

حضرت مولانا سیّد محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ

مدعیانِ نبوت کا فتنہ اوران کی سرکوبی:

ابھی آپ مرتدین اور مانعینِ زکوٰۃ کی سرکوبی میں مصروف تھے کہ مدعیانِ نبوت کا فتنہ کھڑا ہوگیا، چنانچہ:

طلیحہ:

یہ بنی اسد قبیلہ کا سردار تھا، یہ شخص اپنے آپ کو نبی کہتا تھا اوراس نے بڑا فتنہ پیدا کررکھا تھا، حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کی سرکوبی کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا، ان کے مقابلہ میں شکست کھا کرادھراُدھر جان بچانے کے لئے بھاگتا پھرا، آخر تنگ آ کر مدینہ پہنچا اور اسلام قبول کرلیا۔

مسیلمہ کذاب:

یمامہ کے علاقہ میں اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا، اس کے ساتھ چالیس ہزار معتقدین کی فوج تھی، حضرت خالدؓ نے طلیحہ کو شکست دینے کے بعداس سے جنگ لڑی اور بڑی سخت جنگ ہوئی، آخر بھاگ کرایک باغ میں گھس کردروازہ بند کرکے بیٹھ گیا، حضرت انس بن مالکؓ کے بھائی حضرت براء بن مالکؓ، حضرت خالدؓ کے لشکر میں تھے، انہوں نے بڑھ کراپنے ساتھیوں سے کہا: مجھے کسی طرح اٹھا کرباغ کی دیوارتک پہنچادو، ساتھیوں نے سہارا دے کر دیوارتک پہنچادیا، مسیلمہ علیہ اللعنۃ کے فوجی تیر برساتے رہے، حضرت براءؓ تیروں کی بارش میں اندرکود پڑے اور جا کر دروازہ کھول دیا، دروازہ کھلتے ہی اسلامی فوج اندرداخل ہوگئی، مسیلمہ کذاب کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے، فوج کے پاؤں اکھڑتے دیکھ کرمسیلمہ گھبرا گیا اور جان بچانے کے لئے اِدھراُدھر بھاگنے لگا، اتنے میں وحشی (جنہوں نے غزوۂ اُحد میں حضرت حمزہؓ کوشہید کیااور بعد میں مسلمان ہوگئے تھے) نے موقع پا کرایسا بھرپور حملہ کیا کہ مسیلمہ نیچے گرااور تڑپ تڑپ کروہیں ختم ہوکر جہنم واصل ہوا، اس وقت اس کی عمرڈیڑھ سوسال تھی۔ (تاریخ الخلفاء)

سجاح:

یہ ایک عورت تھی، مسیلمہ کذاب کے زمانہ میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہتی تھی میں نبیہ ہوں، مسیلمہ کوفکر ہوا کہ یہ میری نبوت میں رخنہ پیدا کرنے آگئی، اس نے بڑی چالاکی سے اس سے نکاح کرکے اس کے دم خم ختم کردیئے۔

جمعِ قرآن:

جنگ یمامہ بڑی سخت تھی جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ کہ مسیلمہ علیہ اللعنۃ کی چالیس ہزار فوج تھی، اس جنگ میں بہت سے قاری اور حفاظ قرآن شہید ہوگئے جو بڑا حادثہ اور سانحہ تھا، اس جنگ کی شدت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اس میں تقریباًبارہ سومسلمان شہید ہوگئے جن میں انتالیس یا سترہ حافظِ قرآن اور قراء تھے، اس حادثہ کا تمام مسلمانوں پر اثر تھا، آخر حضرت عمرؓ سے رہا نہ گیا اور صدیق اکبرؓ سے کہا:

"جنگ یمامہ میں قراء اور حافظِ قرآن بہت سے صحابہ شہید ہوگئے ہیں، خدانخواستہ اگر ایسی جنگ ایک اور ہوگئی تو قرآن کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے، اس لئے اگراس کوایک جگہ محفوظ کرلیا جائے تو بڑا اچھا ہو! اس طرح قرآن محفوظ رہے گا۔"

حضرت صدیق اکبرؓ نے پہلے تو یہ عذر کیا کہ جو کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات پاک میں نہیں کیا، ابوبکرؓ میں ہمت نہیں کہ یہ کام کرسکے۔ حضرت عمرؓ بار بار عرض کرتے رہے: یہ کام بہت نیک ہے، اگر ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔

آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی راہنمائی فرمائی اوراس نیک کام کے لئے اُن کا شرحِ صدر فرمادیا اور حضرت عمرؓ کے مشورہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تیار ہوگئے۔

اس سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں قرآن کریم یا تو صحابہ کرامؓ کے سینوں میں محفوظ تھا یا متفرق طور پر کسی کے پاس بعض آیتیں درخت کے چھالوں

پر یا کسی کے پاس کھجور کے پتوں وغیرہ پر لکھی ہوئی تھیں، ہمارے زمانہ کی طرح ایک جگہ تیس پاروں میں مدوّن اور مجلد شکل میں نہ تھا۔

مگر اس اہم کام کو شروع کرنے سے پہلے آپ نے مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ کی مجلس مشاورت بلائی: (۱) حضرت عمر بن خطاب، (۲) حضرت عثمان بن عفان، (۳) حضرت علی بن ابی طالب، (۴) حضرت اُبی بن کعب، (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود، (۶) حضرت عبداللہ بن زبیر، (۷) حضرت عبداللہ بن عباس، (۸) حضرت ابن السائب، (۹) حضرت خالد بن ولید، (۱۰) حضرت طلحہ، (۱۱) حضرت سعد، (۱۲) حضرت حذیفہ، (۱۳) حضرت سعید، (۱۴) حضرت سالم، (۱۵) حضرت ابوہریرہ، (۱۶) حضرت عبادہ بن صامت، (۱۷) حضرت ابوزید، (۱۸) حضرت ابوالدرداء، (۱۹) حضرت ابوموسیٰ اشعری، (۲۰) حضرت عمرو بن العاص، (۲۱) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

یہ مجلسِ مشاورت خلیفۃ المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سرپرستی میں ہوئی، گویا آج کل کے الفاظ میں یہ مجلس ”زیر صدارت حضرت صدیق اکبرؓ“ منعقد ہوئی۔

مجلسِ مشاورت کی تائید کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو بلا کر قرآن مجید جمع کرنے کے لئے فرمایا۔ حضرت زید بن ثابتؓ کاتبِ وحی اور قاری و حافظ قرآن تھے، مزید یہ کہ آپ نے وہ آخری زمانہ بھی دیکھا تھا جس سال رمضان المبارک میں جبرئیل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آخری دَور فرمایا، پھر حضرت زید بن ثابتؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی کے مطابق پورا قرآن سنایا۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے شروع شروع تو جمع کرنے میں تردد کیا، فرماتے ہیں: ”واللہ! مجھے یہ بہت شاق گزرا، اگر مجھے پہاڑ اٹھانے کا حکم دیتے تو میں اس کا بوجھ ہلکا سمجھتا۔“ پھر حضرت زید بن ثابتؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ حضرات وہ کام کس طرح کر سکتے ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”سب سے زیادہ اجر قرآن شریف کے متعلق حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ملے گا، کیونکہ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن شریف کو کتابی صورت میں جمع کیا۔“ (تاریخ الخلفاء)

حضرت صدیق اکبرؓ نے جواب دیا: اس کام میں کچھ حرج نہیں، اور یہ کام بہت اچھا ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں: آخر خداوند تعالیٰ نے میرا بھی شرح صدر فرما دیا، میں اس مسئلہ (جمع قرآن) کی اہمیت کو پوری طرح سمجھ گیا۔

اس کے بعد تتبع اور تلاش کر کر کے پورا قرآن پاک جمع کر کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش کر دیا، جو صدیق اکبرؓ کی وفات تک ان کے پاس رہا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد وہی قرآن حضرت عمرؓ کے پاس رہا۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطابؓ کے پاس آ گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”سب سے زیادہ اجر قرآن شریف کے متعلق حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ملے گا، کیونکہ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن شریف کو کتابی صورت میں جمع کیا۔“ (تاریخ الخلفاء)

جمع قرآن کی تفصیل بڑی کتابوں میں بیان کی گئی ہے، ہم نے خلاصہ بیان کر دیا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ۱۲ ربیع الاول سن ۱۱ ہجری کو حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ مقرر ہوئے، خلافت کی ذمہ داری سنبھالتے ہی داخلی انتشار و خلفشار کا جس استقامت اور تدبر سے تن تنہا مقابلہ کر کے ان فتنوں کی سرکوبی فرمائی، اس کی تفصیل ہم بیان کر چکے ہیں۔ ان فتنوں کے ختم ہو جانے کے بعد آپ بیرونی یعنی خارجی دشمنوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

خارجی دشمنوں سے جنگ:

فتنۂ ارتداد اور مانعینِ زکوٰۃ کی سرکوبی کے بعد خلیفۃ المومنین حضرت صدیق اکبرؓ نے ان دشمنانِ اسلام حکومتوں کی طرف توجہ فرمائی، اس وقت دنیا میں سب سے بڑی دو کافر حکومتیں تھیں: ایک ایران، دوسری روم۔ اس زمانہ میں ان دونوں حکومتوں کی سرحدیں عرب سے ملتی تھیں، یہ دونوں حکومتیں ہر وقت اس فکر میں لگی رہتی تھیں کہ موقع پا کر اسلام کی شمع کو بجھا دیا

جائے، ان دونوں حکومتوں کے لئے اپنے ناپاک ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بہترین موقع تھا۔

سلطنتِ ایران:

اس سلطنت کے بادشاہ کا لقب کسریٰ تھا، سرکاری مذہب مجوسی یعنی آتش پرستی تھا اور اس ملک میں خداوند کریم کی عبادت کی بجائے اس کی مخلوق آگ کی پوجا پاٹ (عبادت) کی جاتی تھی، یہ بہت قدیمی حکومت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن ۶ ہجری میں بہت سے بادشاہوں اور شیوخ کو دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے تھے، اس زمانہ میں ایران کا بادشاہ خسرو پرویز تھا، جب اس کے پاس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خط پہنچا تو طاقت کے نشہ میں مست ومغرور خسرو نے نامۂ مبارک لے کر چاک کر دیا اور اپنے گورنر ہرمز کو حکم بھیجا کہ مدینہ جا کر مدعی نبوت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو گرفتار کر کے لے آئے۔ خدا کی شان جس وقت اس نے نامہ مبارک کے ساتھ یہ گستاخانہ حرکت کی اُسی وقت اُس کے بیٹے نے حکومت کے لالچ میں خسرو کو قتل کر ڈالا، اس کے بعد ایرانیوں کو اپنے خانگی جھگڑوں نے عرب کی طرف نگاہ اٹھانے کا موقع نہ دیا۔

عراق پر مسلمانوں کا حملہ:

اِبلّہ کی بندرگاہ پر قبضہ اور ہُرمُز کا قتل:

عراق اس زمانہ میں ایران کے زیر نگیں تھا، اور شاہِ ایران کی طرف سے ہُرمُز عراق کا گورنر تھا، عراق کی سرحد کے قریب جو عرب قبیلے آباد تھے ہُرمُز ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتا رہتا تھا، اس کی سرکوبی کے لئے خلیفۃ المومنین نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا، حضرت خالدؓ نے سب سے پہلے عراق کے ایک صوبے ''اِبلّہ'' پر چڑھائی کا فیصلہ کیا، یہ ایران کی سب سے بڑی بندرگاہ تھی۔

مگر چڑھائی سے پہلے آپ نے ہُرمُز کو خط لکھا کہ اسلام قبول کر لے، اگر اسلام قبول کرنا منظور نہ ہو تو جزیہ دینا قبول کرو، اگر یہ دونوں باتیں منظور نہ ہوں تو پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

ہُرمُز نے یہ خط کسریٰ شاہِ ایران کے پاس بھیجا، کسریٰ طاقت کے نشہ میں اتنا مغرور ہو گیا تھا کہ کسی کو گردانتا ہی نہ تھا، بجائے خط کا جواب دینے کے ہُرمُز کے پاس سامانِ جنگ سے لیس فوج بھیج دی اور حکم دیا: ان سر پھرے لوگوں (مسلمانوں) کو ختم کر ڈالو۔

حضرت خالدؓ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے بھی اپنے لشکریوں کو تیار ہو جانے کا حکم دے دیا، ابھی مسلمان پوری طرح تیار بھی نہ ہوئے تھے کہ ایرانیوں نے حملہ کر دیا، مسلمان بھی جواب میں ایرانیوں پر ٹوٹ پڑے اور بڑی بے جگری سے لڑے۔

اس جنگ کو ''جنگِ سلاسل'' زنجیروں کی جنگ کہا جاتا ہے، ہُرمُز کی فوج نے اس دستہ کو زنجیروں میں ایک دوسرے سے جکڑ دیا تھا، تا کہ یہ شکست کی صورت میں بھاگ نہ سکیں اور خوب جم کر لڑیں، اس کے باوجود یہ فوج شکست سے نہ بچ سکی اور حضرت خالدؓ نے ہُرمُز کو قتل کر کے اس کا سر کاٹ کر میدان میں پھینک دیا، جس سے ایرانیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے، رات بھر لڑائی ہوتی رہی، آخر ایرانی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے، مسلمانوں نے ان کا پیچھا کر کے بہت سے ایرانیوں کو قتل کر دیا، بہت سے گرفتار کر لئے اور خدا نے مسلمانوں کو ایرانی ٹڈی دَل کے مقابلہ میں فتح نصیب فرمائی، اس جنگ کا ''جنگ کاظمہ'' نام ہے۔

کسریٰ کو جب اپنی فوجوں کی شکست اور گورنر ہُرمُز کے قتل کا علم ہوا تو پھر لڑنے کے لئے اور فوجیں بھیجیں، اس فوج کو بھی شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اسی طرح ایک کے بعد ایک مسلمانوں کی ایرانیوں سے تیرہ لڑائیاں ہوئیں، ان کے نام یہ ہیں:

اِبلّہ، جنگ کاظمہ، جنگ ثنی، جنگ دُلجہ، جنگ اُلیس، یوم المُقر، حیرہ، عین التمر، دُومۃ الجندل، حصید، مقیح، زمیل، فراض۔

ان لڑائیوں کے بعد عراق میں اِبلّہ سے لے کر فراض تک مسلمانوں کی حکومت ہو گئی، خلیفۃ المومنین حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو عراق کا گورنر بنا دیا، آپ نے گورنر مقرر ہوتے ہی تمام عراق میں اسلامی احکامات کے مطابق حکومت شروع کر دی۔

سلطنتِ روم:

کافروں کی دوسری بڑی سلطنت رُوم تھی، روم کے بادشاہ کا لقب ''قیصر'' تھا، اسی کو قیصرِ روم کہتے ہیں، حکومت کا سرکاری مذہب عیسائی تھا، عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، اور ان ہی کی لوگ عبادت کرتے تھے، شام، فلسطین اور ان کے قرب وجوار کے علاقے اس زمانے میں سلطنتِ رُوم کے ماتحت تھے۔

شام اور فلسطین پر قبضہ کے لئے جنگ:

> فتنۂ ارتداد اور مانعینِ زکوٰۃ کی سرکوبی کے بعد خلیفۃ المومنین حضرت صدیق اکبرؓ نے ان دشمنانِ اسلام حکومتوں کی طرف توجہ فرمائی، اس وقت دنیا میں سب سے بڑی دو کافر حکومتیں تھیں: ایک ایران، دوسری روم۔ ا

سن ۱۲ ہجری میں خلیفۃ المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ حج پر تشریف لے گئے، حج سے واپس آکر آپ کا ارادہ ہوا کہ ملک شام کو فتح کر کے حکومت اسلامی میں شامل کیا جائے، اس مہم کو سر کرنے کے لئے آپ نے عراق کے گورنر حضرت خالدؓ کو خط لکھا کہ عراق کو مثنیٰ بن حارثہؓ کے سپرد کر کے شام کی مہم سر کرنے کی تیاری کریں۔

اِدھر خلیفۃ المومنینؓ نے مسلمانوں کے سامنے جہاد کی فضیلت پر خطبہ دے کر شام کی جنگ میں حصہ لینے کے لئے تیار کیا، مجاہدین جب تیار ہو گئے تو آپ نے ان کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔

ایک حصہ کا سردار حضرت عمرو بن العاصؓ کو مقرر کیا، دوسرے حصہ کا سردار حضرت ابوعبیدہؓ کو بنایا، تیسرے حصہ کا یزید بن ابی سفیانؓ کو اور چوتھے حصہ کا سردار حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ کو مقرر فرمایا۔ ان چاروں سرداروں کی سرداری میں ستائیس اٹھائیس ہزار مجاہدین تھے، قیصر کو جب معلوم ہوا کہ مسلمان اتنی تعداد میں جنگ کرنے کے لئے شام پہنچ گئے ہیں تو اس نے بھی اپنی فوجیں مقابلہ میں لا کر جمع کر دیں۔

خلیفۃ المومنینؓ کو جب معلوم ہوا کہ قیصر نے اپنی فوجیں مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے میدان میں جمع کر دیں تو آپؓ نے حضرت خالدؓ کو لکھا کہ تم اپنی جگہ عراق میں مثنیٰ بن حارثہؓ کو اپنا قائم مقام بنا کر شام روانہ ہو جاؤ، خلیفۃ المومنینؓ کا حکم ملتے ہی حضرت خالدؓ اپنے ساتھ دس ہزار مجاہدین کو لے کر روانہ ہو گئے، راستہ میں کفار کی جو چھاؤنی پڑی اس پر قبضہ کرتے چلے گئے، آپ سے پہلے چار سردار (جن کا ذکر ابھی گزر چکا ہے) اپنی فوجیں لے کر شام پہنچ چکے تھے۔ حضرت خالدؓ کو بارگاہِ رسالت سے ''سیف اللہ'' (اللہ کی تلوار) کا خطاب ملا ہوا تھا اور بہت سی جنگوں میں شریک ہو چکے تھے، اس لئے چاروں سرداروں نے حضرت خالدؓ کو مشترکہ کمان کا سپہ سالار اعظم مقرر کر لیا تا کہ دشمن کا مقابلہ کیا جا سکے، اس کے بعد ''یرموک'' کا تاریخی معرکہ ہوا۔

جنگ یرموک:

یہ بڑی تاریخی اور بھیانک جنگ تھی، جو رومی اور مسلمان فوجوں کے درمیان ہوئی، اس جنگ میں قیصرِ روم نے مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے اپنی پوری طاقت میدان میں جمع کر دی تھی، قیصر کی فوج ڈھائی لاکھ کے قریب تھی اور سامانِ جنگ سے مسلح تھی، تمام فوج زرہ پہنے ہوئے اور سروں پر لوہے کے خود اوڑھے ہوئے تھی، اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی فوجوں کی تعداد چالیس پینتالیس ہزار کے قریب تھی اور سروں پر نہ خود تھے نہ بدن پر زرہیں، بس خدا کی مدد پر بھروسہ تھا۔

حضرت خالدؓ سپہ سالارِ اعظم کی جنگی تدبیر:

قیصر روم کی فوجوں سے مقابلہ کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی فوجوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا: (۱) میمنہ، (۲) میسرہ، (۳) قلب۔

میدانِ جنگ میں فوج کا جو دستہ داہنی طرف ہوتا ہے، اس کو میمنہ کہتے ہیں، اور جو بائیں طرف ہوتا ہے، اس کو میسرہ کہتے ہیں اور درمیان کے دستہ کو قلب کہتے ہیں۔

فوجوں کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد آپ نے حکم دیا کہ فوج کا ایک حصہ میمنہ (داہنی طرف سے) نکل کر دشمن پر حملہ کرے، دوسرا دستہ میسرہ (بائیں طرف سے) حملہ کرے، جب دونوں دستوں نے حملہ کر دیا تو قلب سے حضرت خالدؓ نے حملہ کر دیا، مجاہدین نے رومیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا، عصر کی نماز بھی مجاہدین نے اشاروں سے پڑھی، حتیٰ کہ لڑتے لڑتے رات ہو گئی، بے شمار رومی دریائے یرموک میں ڈوب کر مر گئے، بعض مورخین نے ایک لاکھ بیس ہزار تعداد لکھی ہے، قتل ہونے والوں کی تعداد تو خدا ہی کو معلوم ہے، ان کے مقابلہ میں مسلمان مجاہدین تین ہزار شہید ہوئے، آخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔

جنگ ختم ہو رہی تھی کہ مدینہ منورہ سے حضرت خالد بن ولیدؓ کو خط ملا کہ خلیفۃ المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات ہو گئی اور ان کی جگہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے ہیں، وفات کا حال اوپر گزر چکا ہے۔

☆☆ .... ☆☆

حجۃ الاسلام حضرت الامام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

تحریکِ مجددِ الفِ ثانیؒ اور فکرِ شاہ ولی اللہؒ کے امین

مولانا محمد سفیان قاسمی مدظلہ (مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند)

بزم شیخ الہند گوجرانوالہ کے زیر اہتمام ۱۷/نومبر ۲۰۲۴ء کو جامعہ اسلامیہ کامونکی ضلع گوجرانوالہ میں حجۃ الاسلام سیمینار منعقد ہوا، جس سے حضرت مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا محمد شاہ نواز فاروقی، پروفیسر امجد علی شاکر، مولانا حافظ غضنفر عزیز نے خطاب کیا، جبکہ خانوادۂ حضرت حجۃ الاسلام کے چشم و چراغ، مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی مدظلہ نے آن لائن خطاب کیا، جسے بزم شیخ الہند گوجرانوالہ کے مدیر حافظ خرم شہزاد نے ترتیب دیا، نذرِ قارئین ہے۔

بعد الحمد والصلوٰۃ! صاحبانِ علم و فضل، حضرات علماء کرام اور موقر حاضرین وسامعین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بانیٔ دارالعلوم دیوبند، حجۃ الاسلام الامام مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ کی عظیم ترین وتاریخ ساز ہمہ جہت خدمات سے عہدِ رواں کے نوجوان، علماء، طلباء اور عامۃ المسلمین کے باشعور طبقات کو واقف کرانے کے مقصد سے "بزمِ شیخ الہند گوجرانوالہ" کے زیر انتظام منعقد ہونے والے اس باوقار اور عظیم الشان سیمینار میں میں اپنی اس معنوی شرکت کو شرف و سعادت پر محمول کرتے ہوئے عزیز مکرم جناب حافظ خرم شہزاد حفظہ اللہ اور ان کے ساتھ تمام شرکاء کار اور منتظمین کا دِل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ جن کی مبنی بر اخلاص یاد فرمائی اس سعادت کے حصول کا وسیلہ بنی اور اسی کے ساتھ بارگاہِ رب ذوالکرم میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ جل مجدہ عہدِ رواں کی مزاج شناس اور بلند فکر شخصیات کی صف اول سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیت اور ہم سب کے محترم ومکرم جناب حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم کی بابرکت علمی وفکری سرپرستی میں ان تمام حضرات کی مخلصانہ جہود ومساعی کو امت مسلمہ کے لیے ثمر آور فرمائے، آمین!

بانی دارالعلوم دیوبند رحمہ اللہ کی عہد آفرین شخصیت کو ذاتِ حق جل مجدہ کے دست فیاض نے اپنے خزانۂ غیب سے ایسی گونا گوں خصوصیات، امتیازات اور ایسے نادر الوقوع اختصاصات سے نوازا تھا کہ جن پر زمانہ خود فخر کرتا ہے۔ ڈیڑھ صدی سے زائد عرصے پر محیط عہد و عصر اس حقیقت پر شاہد عدل ہیں کہ برصغیر ہندوپاک ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے ہر ایک ملک اور ہر ایک خطے میں جہاں جہاں بھی علماء کرام مسلک اہل حق کے روشن خطوط پر مصروفِ عمل ہیں، اس میں ہر ایک ادارہ اور اس سے وابستہ اصحابِ علم واسطہ یا بلاواسطہ کسی نہ کسی نوعیت سے حضرتِ نانوتوی نور اللہ مرقدہ کے آفاقی فکر کے علمبردار ہیں۔ اور اس سے اوپر چلیں تو علم وعمل کا یہ تسلسل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ کی فکری وانقلابی خصوصیات وامتیازات کا احاطہ کرتے ہوئے امام ربانی مجددِ الفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ جس کی تفصیلات تو ان شاء اللہ! اس سیمینار میں قریب و بعید سے تشریف لائے حضرات علماء کرام پیش فرمائیں گے، البتہ اس موقعے پر تعیین وقت اور تحدید وقت کی اصولی اہمیت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اس تاریخی تسلسل کے حوالے سے چند حقائق عرض کرنا چاہوں گا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ امام الہند، محدثِ عصر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ اٹھارہویں صدی میں ملک میں پھیلی ہوئی سیاسی افراتفری اور اس کے نتیجے میں روبہ زوال ملت اسلامیہ کے تشویش انگیز داخلی احوال کو دین اسلام اور عقائد اسلام پر منڈلاتے خطرات کے تناظر میں دیکھتے ہوئے نہ صرف رنجیدہ ہی تھے بلکہ اس کے کسی پائیدار حل کی تلاش میں سرگرداں بھی تھے۔ مگر اسی درمیان کل نفسٍ ذائقۃ الموت کے تکوینی قانون کے تحت قضا وقدر کا فیصلہ آن پہنچا اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ رخصت ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

اُس کے بعد ان کے خلف رشید حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، انھوں نے اپنے والد کی فکری تحریک کو اپنے عہد کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرتے ہوئے آگے بڑھایا۔ بعدازاں حضرت سید احمد شہیدؒ کے دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد حضرت مولانا مملوک علیؒ (جو کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے استاذ ہیں) اور سیدالطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ (یہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہ اور فقیہ ملت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی نوراللہ مرقدہ کے شیخ ہیں) اور ان کے علمی و روحانی شاگرد اور متوسلین کی جماعت ملت اسلامیہ کی اس عظیم ترین امانت کی وارث بنی ہے۔ علماء ربانیین اور صلحاء عارفین کا یہ منتخب مجمع جن عظیم شخصیات پر مشتمل تھا، اس میں فقیہ الامت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا جعفر تھانیسری ، حضرت مولانا حافظ ضامن شہیدرحمہم اللہ جیسے دیگر بارگاہِ بندہ خدا شامل تھے۔ وہ ذاتِ حق جل مجدہ کی عطا کردہ گونا گوں صفات سے آراستہ تھے، اور عنداللہ مقبول یہ قافلۂ حق، جس کا ہر ایک شخص اپنی مخصوص صلاحیتوں کی اساس پر فردِ فرید کی حیثیت رکھتا تھا، ایسے عظیم قافلے کے سالار اور سرخیل کے طور پر ذاتِ حق جل مجدہ نے اپنے عہد کی بے مثال، عالم بے بدل، مفکر و مناظر اور مصنف ، بانیٔ دارالعلوم دیوبند، حجۃ الاسلام حضرت مولانا الامام مولانا محمد قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہ کو منتخب فرمایا۔

چنانچہ اس اعتبار سے تحریکاتِ مجددِ الف ثانی اور فکر ولی اللّٰہی کی عظیم ترین امانت کے حقیقی وارث کی حیثیت سے اگر کوئی نام اکابر و اسلاف میں نمایاں ترین نظر آتا ہے تو وہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ ہی کا ہے۔ جس کی پشت پر ڈیڑھ سو سال میں گزرے ہر ایک عہد و عصر کی جماعت علماء، اہل مدارس اور مشاہیر امت کی اس اتفاق کی شہادت موجود ہے کہ بانی دارالعلوم دیوبند کی عبقری شخصیت نے فکر ولی اللّٰہی کی عظیم ترین تحریک کو نہ صرف یہ کہ باقی ہی رکھا بلکہ گزرتے وقت کی نزاکتوں، اندیشوں اور خطرات کو مدنظر رکھتے ہوئے اُس کی نوک پلک کو سنوار کر ۳۰ رمئی ۱۸۶۶ء کو فضل حق اور اخلاص وللّٰہیت کی مستحکم اساس پر اپنے مخلص ترین رفقاءِ کار کی تائیدی و عملی معاونت کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ اور مابعد کے عہد و عصر سے لے کر عہدِ رواں تک حکمت ولی اللّٰہی کے اس جدید قالب کو قاسمیت سے تعبیر کیا جاتا ہے، جو آج ساری دنیا میں مسلکِ دیوبند یا تحریکِ دیوبند

باجماعت نماز کا اہتمام

قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم کی عیادت کی غرض سے حاضری ہوئی، حسب سابق مختلف موضوعات زیر بحث رہے، مجلس کے اختتام پر قاری ابراہیم صاحب سے فرمانے لگے: نماز کی تیاری کریں کہ باجماعت نماز ادا کرنی ہے۔ بیماری میں خود امامت سے قاصر ہوں لیکن باجماعت نماز کا اہتمام رہتا ہے۔ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر فرمایا کہ سردیوں میں رات کو اٹھ کر وضو کر کے جم کر بیٹھ جاتا ہوں اور طویل وقت کے لئے ذکر و اذکار اور نماز میں مشغول ہو جاتا ہوں۔ والد بزرگوار قبلہ حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے بارے میں فرمایا کہ سب سے زیادہ سختی بچپن میں مفتی صاحب نے اگر کسی چیز کے بارے میں کی ہے تو وہ باجماعت نماز ہے۔ بچپن میں سردی ہو یا گرمی، ہر حال میں نماز خصوصاً فجر کے لئے اٹھاتے اور ساتھ مسجد لے کر جاتے، گھر سے مسجد چھ سے آٹھ منٹ کا پیدل سفر ہوتا، نیند کا غلبہ، بچپن کا زمانہ، کبھی سردی، کبھی گرمی لیکن ہر حال میں باجماعت نماز کے لئے ساتھ لے جاتے اور اس بابت کوئی نرمی نہ ہوتی۔ ڈیرہ غازی خان کے کسی مدرسے کے اپنے استاذ صاحب کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ بہت چھوٹے تھے اور حضرت مفتی صاحب کے ساتھ ہمارے یہاں آئے تھے، سفر کی تھکن کے باعث عشاء سے پہلے سو گئے، مفتی صاحب نے حکم دیا کہ اسے جگاؤ کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے، ہم نے کوشش کی لیکن نیند کا غلبہ تھا، عرض کی کہ ابھی تو چھوٹا ہے، شاید نماز فرض بھی نہیں، تو سونے دیں۔ فرمایا کہ اب تک اس کی عادت نماز چھوڑنے کی نہیں تو کیوں یہ عادت بناتے ہو؟ فرمایا کہ ایک آدھ بار ایسا بھی ہوا کہ نیند کے غلبے کے باوجود مفتی صاحب اٹھاتے، وضو کروا کر مسجد لے جاتے، جماعت میں شریک کرتے اور دوسری رکعت میں خیال آتا کہ نماز کی حالت میں ہوں۔ اس تربیت اور سختی کا نتیجہ ہے کہ اب بغیر جماعت کے نماز پڑھی ہی نہیں جاتی۔ آخر میں مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ الحمدللہ! میں صاحبِ ترتیب (جس کی بالغ ہونے سے اب تک ایک بھی نماز قضا نہ ہو) ہوں۔ (مرسلہ:... خالد شریف)

سے متعارف ہے۔ اس اعتبار سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ کہنا بالکل برمحل اور بجا ہے کہ دنیا کے ہر ایک خطہ وملک میں مسلک حق کی اساس پر خدمت دین میں مصروفِ عمل اصحابِ مدارس ہی نہیں بلکہ مسلک دیوبند سے فکری یا عملی سطح پر تعلق رکھنے والا ہر ایک فرد بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت حجۃ الاسلامؒ کی تحریک سے کسی نہ کسی طور سے مربوط ضرور ہے۔ اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی انہی ہمہ نوعلمی، فکری، تجدیدی اور تاریخ ساز جہود ومساعی نے ملت اسلامیہ میں پیدا ہونے والی مایوسیوں کو کافور کرتے ہوئے ان کے دین، عقائد، شعائر دینیہ اور اسلامی تہذیب وتمدن کے اختصاصات کو قیام دارالعلوم دیوبند اور تحریک مدارس کے ذریعے بعونِ اللہ بفضل حق جل مجدہ کے زیر اثر صدیوں تک کے لیے تحفظ فراہم کیے جانے کا وہ عظیم ترین اور تاریخ ساز فریضہ انجام دیا ہے جس کے آثار واثرات، اور اس کے تسلسل کی برکات کو آج بھی ہم ظاہری اور معنوی طور پر دیکھتے ہیں اور محسوس کر سکتے ہیں۔

ہم یہ احساس رکھتے ہیں کہ ماضی کی شوکت وسطوت خاکستر ہونے کے بعد قوم احساسِ کمتری کا شکار ہونے کے بجائے علمی، تعلیمی اور تحقیقی میدانوں میں سر بلند ہوئی۔ بیشک حکومت و سیاست کی بساط الٹ گئی، عہدوعصر کے فطری مزاج یعنی عروج وزوال سے گزرتے ہوئے ہزار سالہ حشمت وثروت اور وقار وقوت اپنے انجام کو پہنچ گئی لیکن دارالعلوم دیوبند کے قیام اور حضرت نانوتویؒ کی تحریک مدارس نے قوم میں تعلیم اور تعلم کے فروغ کے ذریعے علمی اور اخلاقی راہوں سے اس کی تلافی کے شعور کو بیدار کرنے اور اس کے ذریعے اپنے تہذیبی امتیازات اور تفوق کو برقرار رکھنے کے احساس کو جلا بخشی ہے۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اس تاریخ ساز حقیقت کی مختصر ترین تشریح کو یوں کہا جاسکتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند اور تحریک مدارس کے فروغ نے دینی تعلیمی راہ سے دہریت اور الحاد کے سیلاب کے سامنے بند باندھا اور سدِ راہ بن کر کھڑا ہو گیا ہے۔ جو کہ مغربی تہذیب وتمدن کے نام پر برصغیر میں اسلامی تشخصات اور اس کے امتیازات کو ملیامیٹ کرنے کا عزم لے کر ادھر آیا تھا۔ تاریخ اس پر شاہد ہے، تاریخ کے قرطاس پر بے شمار واقعات درج ہیں۔ ایسے حالات میں مستقبل شناس فکر نانوتویؒ کا یہی وہ تسلسل ہے جو کہ بحمداللہ! مسلک صحیح پر کام کرنے والے دنیا بھر کے مدارس اسلامیہ کی صورت میں تحفظ دین وشریعت کے فرائض کو انجام دے رہا ہے۔ فللّٰہ الحمد والشکر!

فکرِ نانوتویؒ اور تحریک مدارس کے مختلف گوشوں پر اس باوقار سیمینار میں تشریف لائے موقر اصحابِ علم ان شاء اللہ! حقائق کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالیں گے، میں نے تو یہ سمجھتے کہ ’’الامر فوق الادب‘‘ کے تحت چند طالب علمانہ معروضات جو میرے ذہن میں آئے فوری طور پر آئے، اُن کو میں نے بیان کر دیا۔ باقی تو یہاں اس سیمینار میں الحمدللہ! اصحابِ علم موجود ہیں وہ اس کی تفصیلات بیان کریں گے۔ میں آخر میں ایک بار پھر عزیز مکرم جناب حافظ خرم شہزاد اور بزم شیخ الہند گوجرانوالہ کے جملہ اراکین ومنتظمین کا شکر گزار ہوں جو ظاہری اسباب کے درجے میں میرے لیے اس عظیم الشان سیمینار میں معنوی شرکت کا وسیلہ بنے اور بارگاہِ رب کریم میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس سیمینار کے موثرات کو ظہورِ خیر کا ذریعہ بنائے، آمین! وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ ☆☆

انتخاب حَسین از ابوالحسین

اکابر شخصیات کا اپنے پسماندگان پر نقش

’’بعض شخصیات اپنے پسماندگان پر اپنی عظمت کا کچھ ایسا نقش چھوڑ جاتی ہیں کہ ان کی عظمت ورفعت کے مقابلے میں سب کچھ ہیچ نظر آتا ہے، اور اپنی ساری صلاحیتیں صفر دکھائی دیتی ہیں۔‘‘ (بزمِ حَسین، ج:۱،ص:۲۴، از مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ)

سوانح پر درجۂ استناد

’’کسی شخصیت کے ذاتی حالات وکوائف اور سوانح کو بیان کرنے میں جتنا اس کی اپنی زبان وقلم اور خود نوشت پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، اتنا کسی دوسرے ذرائع کو استناد کا درجہ حاصل نہیں ہوسکتا۔‘‘ (بزمِ حَسین، ج:۱،ص:۲۷، از مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ)

نبی اکرم ﷺ کی حربی تدابیر

محترم محمد معاذ محسن

نبی اکرم ﷺ بطور عسکری قائد:

جناب رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لیے جس طرح مربی، معلم و مصلح کی حیثیت رکھتے ہیں، بالکل اسی طرح اپنی امت کے سپاہیوں کے لیے ایک جرنیل و کمانڈر اور سپہ سالار کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ سیرت کے موضوعات پڑھتے ہوئے اکثر موضوع تو ہمارے گوشۂ نظر سے گزر جاتے ہیں، مگر یہ موضوع عام طور پر عوام الناس کی نظروں سے پوشیدہ رہتا ہے، جب کہ یہ بھی انتہائی اہم موضوع ہے۔

حربی تدابیر کی ضرورت و اہمیت:

یہ بات تو بالکل یقینی ہے کہ سرور کونین، حبیب کبریا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگوں اور غزوات میں تائید اور نصرتِ خداوندی حاصل تھی، مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حربی تدابیر اختیار کیں اور ایسی شان دار تدابیر اختیار کیں کہ اگر ان تدابیر کو ایک جرنیل اور کمانڈر اختیار کرے تو وہ اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے انتہائی شاندار فتح سے سرفراز ہو سکتا ہے۔ شرط بس یہ ہے کہ اس کی تمام تر کدو کاوش اور جنگ وجدال باطل کے خلاف ہو۔ اگر خدانخواستہ یہ تدابیر حق کے خلاف استعمال کی گئیں تو اگر چہ ظاہر میں تو اس کو فتح حاصل ہو سکتی ہے، مگر پھر ابدی ناکامیاں اس کا مقدر ہوں گی۔

آپ ﷺ نے جنگی تدابیر کیوں اختیار کیں؟:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس کے کہ تائید خداوندی حاصل تھی، مگر پھر بھی مشفق کائنات نے جنگی اسکیمیں اختیار کیں تاکہ کفار اور مشرکین پر حجت اور اپنی امت کے سپاہیوں کے لیے تعلیم ہو۔ چناں چہ ضروری ہے کہ ہمیں بھی اپنے محسن و مشفق صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی تدابیر معلوم ہوں، تاکہ بوقت ضرورت ہم ان کی اتباع کر سکیں۔

جنگی تدابیر آپ ﷺ کی حقانیت کی دلیل:

آپ علیہ السلام کی جنگی تدابیر اتنی شاندار اور اتنی مضبوط تھیں کہ یہ تدابیر صرف انتہائی تجربے کار اور مدبر ہی سوچ سکتا ہے۔ اگر کفار عالم صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تدابیر پر غور و فکر کریں کہ بغیر کسی خاص تجربے اور باقاعدہ جنگی تعلیم کے ایسی تدابیر صرف اللہ کے رسول ہی اختیار کر سکتے ہیں، تو وہ بے اختیار کلمہ پڑھ لیں۔ اس مختصر تحریر میں آپ علیہ السلام کی تمام تر جنگی اسکیموں کا احاطہ ممکن نہیں، بلکہ اس کام کے لیے تو شاید کئی جلدیں بھی ناکافی ثابت ہوں، تاہم یہاں بس سرسری تذکرہ اور اشارہ مقصود ہے۔

دورانِ ہجرت دشمن سے حفاظت کی تدابیر:

جب مکہ کی سرزمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم پر تنگ ہوگئی تو آپ نے اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا اور پھر کفارِ مکہ کی آپ علیہ السلام کو نعوذ باللہ قتل کرنے کی سازش کے بعد خود بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یارِ غار کے ساتھ ہجرت کا ارادہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصرتِ خداوندی سے دشمنوں کا گھیرا توڑ کر صدیق اکبرؓ کو ہم راہ لے کر ہجرت کے لیے نکل پڑے۔ اس موقع پر آپ علیہ السلام نے انتہائی شاندار تدبیر اختیار فرمائی کہ مدینہ کی طرف جانے کا اصل اور مانوس راستہ چھوڑ کر غیر مانوس اور رگنجان آباد دشوار راستہ اختیار کیا، کیوں کہ کفارِ مکہ کو جب آپ علیہ السلام کے رخصت ہونے کا پتہ چلا تو وہ پاگلوں کی طرح اصل راستوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے لگے اور ان کے وہم و گمان میں بھی نہ گزرا کہ آپ علیہ السلام دوسرا راستہ اختیار کریں گے۔ یہ راستہ مکہ کے نشیبی جانب سے، محلہ سفلہ سے

،جنوب کی طرف جبلِ ثور سے ہوتا ہوا جاتا ہے۔

دشمن سے تحفظ کی تدابیر:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو وہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کافی کسمپرسی کی حالت میں تھے، ایک تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد کافی کم تھی اور دوسرا یہ کہ آپ علیہ السلام کے حکم پر اپنا سارا مال ومتاع مکہ چھوڑ آئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے انصار بھائیوں کا بھی خدشہ تھا کہ مشرکین کی وجہ سے ان کو بھی اذیت ہوگی اور انہی وجوہات کی بنا پر آپ علیہ السلام کو مشرکین کے حملہ کا زیادہ خدشہ تھا، تو آپ علیہ السلام نے درج ذیل تدابیر اختیار فرمائیں:

☆......مدینہ کے اطراف میں جو قبائل تھے ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلیفانہ اتحاد یا کم از کم ناطرفداری (غیر جانب داری) کا معاہدہ کرلیا کہ اگر کفار نے حملہ کیا تو یا تو ہمارا ساتھ دیں گے یا کم از کم ان کی طرف داری نہیں کریں گے۔

☆......قریش کے تجارتی قافلے مدینہ کے سامنے ساحل کے پاس سے ہوتے ہوئے شام کی طرف جاتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان قافلوں کو ڈرانے اور دھمکانے کے لیے چھوٹے چھوٹے دستے بھیجے، جس میں نہ تو کسی قسم کی لوٹ مار ہوتی اور نہ ہی کشت وخون اور اس کا مقصد صرف قریش پر اپنی دھاک بٹھانا تھا۔

☆...... دشمنوں کی نقل وحرکت کی خبر رسانی کی غرض سے مسلح اور جمعیت کی صورت میں جاسوسوں کے دستے بھیجے جاتے۔

☆...... دشمنوں کے حملہ کی خبر سن کر مدافعت کے لیے پیش قدمی کرکے فوجیں بھیج دی جاتی تھیں۔

☆......قریش کا اکثر تجارتی قافلہ مدینہ کے اطراف سے ہوتا ہوا شام کی طرف جاتا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو رکوا کر مجبور کرواتے، تاکہ قریش دخول کعبہ کی پابندی کو ختم کریں جو انہوں نے مسلمانوں پر لگا رکھی تھی۔

☆...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انتہائی اہم تدبیروں میں سے یہ تھی کہ آپ علیہ السلام ان قبائل میں انتہائی مصلحت کے ساتھ صلح کروادیتے، جن میں زمانے سے خانہ جنگی چل رہی ہوتی اور پھر وہ قبائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محسن سمجھ کر سردار بنالیتے۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام ان میں اشاعتِ اسلام کی محنت فرماتے۔

آپ ﷺ کی عمومی حربی تدابیر:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تدابیر جن کو آپ نے تقریباً تمام ہی جنگوں میں اختیار فرمایا، مندرجہ ذیل ہیں:

☆...... اصول جنگ کے موافق اکثر غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ارادہ پہلے سے نہ بتاتے تھے کہ کہاں حملہ کرنا ہے۔

☆......غیر سمت چلنا، نامانوس راستوں سے گزرتے ہوئے اچانک دشمن کے سروں پر پہنچ جاتے۔

☆......فوج کی تعداد کی کمی اور اس کی بنا پر کمزوری کا علاج مختلف تدابیر سے کرنا، مثلاً چولہوں کو زیادہ تعداد میں روشن کروانا یا رات میں پہاڑی سے اترتے ہوئے شمعیں بڑی تعداد میں جلوا دینا اور دشمن کی تیاری سے پہلے اس کا پیچھا کرنا اور اس کو مرعوب کردینا۔

☆......محکمۂ جاسوسی کے ذریعے دشمن کی نقل وحرکت معلوم کرکے اچانک حملہ کردینا، مگر رات کو حملہ نہ کرنا آپ کی امتیازی سنت رہی ہے۔

☆......اکثر اوقات میں قدرت کی عطا کردہ جغرافیائی پوزیشن سے پورا فائدہ اٹھانا۔

☆......اونٹوں کی کمی کی وجہ سے کئی کئی افراد کا سوار ہونا یا باری باری سوار ہونا، رسد کی کمی پر فاقہ کشی اختیار کرنا۔

☆...... آلات جنگ استعمال کرنا اور جنگوں میں اپنا شعار مقرر کرنا، تاکہ دوست اور دشمن میں شناخت ہوسکے۔

☆...... بہادر، تجربے کار اور قابل سپاہیوں اور صحابہ کی موجودگی اور ان کے مفید مشوروں سے فائدہ اٹھانا۔

یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام تدابیر تھیں، جو کہ نمونے کے طور پر ذکر کی گئیں۔ اس کے علاوہ آپ علیہ السلام کی ہر غزوہ میں علیحدہ انتہائی شاندار اور منفرد تدابیر ہیں تو جہاں ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اور گوشے معلوم ہونا ضروری ہیں، تو اسی طرح ہمیں آپ علیہ السلام کی امت ہونے کے ناطے یہ گوشہ بھی معلوم ہونا چاہیے، تاکہ اگر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جنگ لڑنا پڑے تو ان تدابیر کو استعمال کرکے دنیا وآخرت کی کامیابی اور سرفرازی ہمارا مقدر بنے۔☆☆☆

قادیانیوں کا بائیکاٹ

قرآن وسنت کی روشنی میں!

مولانا قاضی احسان احمد

دین اسلام خیر خواہی کا نام ہے۔لوگوں کو خیر کے راستہ پر لانا اور ان کی کامیابی کی فکر کرنا، دین اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔خیر خواہی وقتی ہو یا دائمی، دنیوی ہو یا اخروی، دونوں فائدہ مند ہیں، لیکن ان میں سے دائمی اور اخروی خیر خواہی کمال درجہ کی ہے۔اگر چہ اسلامی تعلیم دونوں کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

اللہ کریم کے نزدیک دین صرف اور صرف اسلام ہے۔ اسلام کے علاوہ کوئی بھی آسمانی دین آج نجات اخروی کے لئے کافی نہیں ہوسکتا، لہٰذا قابل عمل اور مدارِ نجات دین اسلام ہی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک مسلمان کا کسی غیر مسلم سے کیا سلوک ہونا چاہئے؟ رشتہ ناطہ، میل جول، خرید وفروخت، کاروباری لین دین اور کس طرزِ معاشرت پر اسے زندگی گزارنی ہے؟ یہ جاننے سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ غیر مسلم یا کافر عام طور پر تین قسم کے ہوتے ہیں:

۱:....عام کافر: وہ ہے جس کا کفر واضح اور کھلا ہوا ہے۔جیسے عیسائی، ہندو، یہودی وغیرہ۔

۲:....منافق: وہ ہے جس کا کفر پوشیدہ ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے، جیسے مدینہ طیبہ میں منافقین تھے۔

۳:....زندیق: وہ ہے جو اپنے کفر پر اسلام کا لیبل لگائے، یعنی حقیقت میں ہے تو وہ کافر، مگر یہ اسے اسلام بنا کر پیش کرتا ہے۔ایسے کافر کو زندیق کہا جاتا ہے۔قادیانی، کفر کی ان اقسام میں سے سب سے زیادہ سنگین قسم، زندیق ہیں۔

توان زندیق قادیانیوں، مرزائیوں کے ساتھ ایک مسلم معاشرہ کا اور مسلمان کا کیا تعلق ہونا چاہئے؟ اسے جاننا اور معلوم کرنا ہمارے ایمان کی بقا اور شفاعتِ رسول کے لئے بہت ضروری ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

”لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْکَافِرِیْنَ أَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔“(آلِ عمران:۲۸)

ترجمہ:”مومن لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔“

آیت کے ترجمہ میں یار و مددگار عربی لفظ ”ولی“ کا ترجمہ ہے، ولی بنانے کو عام طور پر موالات بھی کہا جاتا ہے، اور موالات یا ولی بنانے سے مراد ایسی دوستی اور دلی محبت کا تعلق ہے جس کے نتیجہ میں دو آدمیوں کا مقصد زندگی اور ان کا نفع و نقصان ایک ہوجائے۔ کسی مسلمان کے لئے کافر سے اس قسم کا تعلق رکھنا جائز نہیں ہے۔غیر مسلم سے ایسا تعلق بن جائے کہ مسلمان اور کافر کا امتیاز ختم ہوجائے یہ ہرگز جائز نہیں ہے، نہ صرف یہ کہ جائز نہیں بلکہ سخت گناہ اور وبال کی بات ہے۔

اس بارہ میں قرآن کریم میں مندرجہ ذیل ارشاداتِ الٰہی ملاحظہ ہوں:

۱:....”اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکَافِرِیْنَ أَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ أَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعاً۔“(النساء:۱۳۹)

ترجمہ:”وہ منافق جو مسلمانوں کے بجائے کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کر رہے ہیں؟ حالانکہ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کی ہے۔“

۲:....”وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْکُمْ فِی الْکِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آیَاتِ اللّٰهِ یُکْفَرُ بِهَا وَیُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهِ إِنَّکُمْ إِذاً مِّثْلُهُمْ....“

(النساء:۱۴۰)

ترجمہ:”اور اس نے کتاب میں تم پر یہ حکم نازل کیا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جارہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو ایسے لوگوں کے ساتھ اس وقت تک مت بیٹھو جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہوجائیں، ورنہ تم بھی انہی جیسے ہوجاؤ گے۔“

۳:....”یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا

الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔‘‘(المائدہ:۵۱)

ترجمہ:’’اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو یار و مددگار نہ بناؤ، یہ خود ہی ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں، اور تم میں سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہی میں سے ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

۴:....’’يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللهَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ۔‘‘(المائدہ:۵۷)

ترجمہ:’’اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، ان میں سے ایسے لوگوں کو جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنا رکھا ہے اور کافروں کو یار و مددگار نہ بناؤ اور اگر تم واقعی صاحبِ ایمان ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔‘‘

۵:....’’وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ‘‘(المائدہ:۸۱)

ترجمہ:’’اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور نبی پر اور جو کلام آپ پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان رکھتے تو (بت پرستوں) کو دوست نہ بناتے، لیکن (بات یہ ہے کہ) ان میں زیادہ تعداد ان کی ہے جو نافرمان ہیں۔‘‘

۶:....’’يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔‘‘(التوبۃ:۲۳)

ترجمہ:’’اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ، بھائی کفر کو ایمان کے مقابلے میں ترجیح دیں تو ان کو اپنا سرپرست نہ بناؤ اور جو لوگ ان کو دوست بنائیں گے وہ ظالم ہیں۔‘‘

۷:....’’لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ۔‘‘(المجادلۃ:۲۲)

ترجمہ:’’جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، ان کو تم ایسا نہیں پاؤ گے کہ وہ ان سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے، چاہے وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے۔‘‘

۸:....’’يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ۔‘‘(الممتحنۃ:۱)

ترجمہ:’’اے ایمان والو! اگر تم میرے راستے میں جہاد کرنے کی خاطر اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (گھروں سے) نکلے ہو تو میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو ایسا دوست مت بناؤ کہ ان کو محبت کے پیغام بھیجنے لگو۔‘‘

قرآن کریم کی یہ واضح تصریحات ہیں کہ ان کفار و مشرکین سے ایسا دوستی والا تعلق رکھنا جس سے مسلمانوں کا اپنا ایمان اور اسلام خطرہ میں پڑ جائے کسی قیمت پر جائز نہیں ہے، اور پھر وہ کافر جو اسلام اور پیغمبر اسلام کا کھلا دشمن ہو، اسلامی تعلیمات کی کھلم کھلا تکذیب کرتا ہو، کفر پر اسلام کا لیبل لگاتا ہو، کفریہ عقائد اور نظریات کو اسلام باور کرواتا ہو، جھوٹے کذاب لعین مرزا کو نبی کہتا ہو، اس کے ماننے اور دیکھنے والوں کو صحابہ کہتا ہو، اس کی بیوی کو ام المومنین کہتا ہو، قادیان کو مکہ اور مدینہ سے افضل گرداننا ہو، اس طرح کے اور سیکڑوں کفریہ نظریات رکھنے والوں کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعلق رکھنا، لین دین کرنا، ان کی خوشی غمی میں شریک ہونا یا انہیں اپنے ساتھ شریک کرنا حرام و ناجائز ہے۔ گویا کہ جس نے ان کفار اور مشرکین، ملحدین و مرتدین کی دوستی کا دم بھرا، قرآنی فیصلہ کہتا ہے کہ یہ نرم جذبات اور یہ میٹھی میٹھی چکنی چپڑی باتیں ایک دن اس کے ایمان کو بھی بہا کر لے جائیں گی۔

آیاتِ مذکورہ بالا سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ قادیانیوں کا حکم دیگر کفار اور مشرکین والا نہیں ہے بلکہ ان کفار اور مشرکین سے کئی درجہ بڑھ کر قادیانیوں کا کفر سنگین اور بدتر ہے، جسے شریعت کی اصطلاح میں زندقہ کہا جاتا ہے۔

احادیث مبارکہ کے تناظر میں مشرکین و کفار سے مقاطعہ اور بائیکاٹ کس قدر حساس نوعیت کا مسئلہ ہے؟ اس بارہ میں درج ذیل فرموداتِ نبوی ہیں:

۱:....حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حکم دیا گیا کہ مشرکوں اور کافروں کے ساتھ ایک جگہ سکونت بھی اختیار

نہ کریں ورنہ مسلمان بھی کافروں جیسے ہوجائیں گے۔ (جامع ترمذی ’’باب فی کراھیۃ المقام بین اظہر المشرکین‘‘، ج:۱،ص:۱۹۴)

اسی طرح جامع ترمذی میں ایک اور روایت موجود ہے، جو حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

۲:..... حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس مسلمان سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جو مسلمان محارب کفار میں سکونت پذیر ہو۔

مذکورہ بالا دونوں روایات سے واضح طور پر معلوم ہورہا ہے کہ کافروں کے ساتھ رہنا بھی اسلام اور مسلمان کے لئے خطرۂ ایمان ہے، یہ مسلمان ان کفار کے ساتھ رہ کر اپنے ایمان کا جنازہ نکال دے گا، لہٰذا کفار ومشرکین کے ساتھ ایک جگہ رہنے کو بھی اسلام نے پسند نہیں کیا، چہ جائیکہ زندیق کافروں قادیانیوں، مرزائیوں کے ساتھ کاروبار، لین دین، خوشی غمی میں شریک ہوا جائے۔ اس کی ہرگز اجازت نہیں ہوسکتی۔

۳:..... مسند احمد وسنن ابی داؤد میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’تقدیر کا انکار کرنے والے اس امت کے مجوسی ہیں، اگر بیمار ہوں تو عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ۔‘‘

۴:..... اس طرح ایک اور حدیث پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’منکرین تقدیر کے ساتھ نہ نشست و برخاست رکھو اور نہ ان سے گفتگو کرو۔‘‘

جب منکرین تقدیر کے ساتھ نشست و برخاست، تیمارداری، جنازہ وغیرہ میں بھی شرکت کی اجازت نہیں تو جس شخص نے اسلام کا حلیہ ہی بگاڑ دیا، پیغمبر خدا کے منصب جلیلہ پر غاصبانہ قبضہ کرلیا، اصحاب رسول اور اہل بیت کی اہانت اپنی زندگی کا مقصد بنالیا تو ایسے لعین اور گستاخ کے ساتھ سلام دعا، خوشی غمی، لین دین، کاروبار کی ہرگز اجازت نہیں ہوسکتی۔ معمولی عقل وشعور رکھنے والا مسلمان، اسلام کی ادنیٰ سی شمع روشن رکھنے والا مسلمان اس تعلق کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

قرآنِ کریم اور احادیث نبویہ کی تصریحات کے بعد عہدِ خلافت راشدہ میں بھی مقاطعہ جیسے طرزِ عمل کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

۱:..... خلافتِ صدیقی میں ان لوگوں کے خلاف جہاد کیا گیا، جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت، قرآن کریم کی حقانیت اور حاکیت کا انکار نہیں کیا بلکہ ان سب کا اقرار کرتے تھے، مگر اسلام کے ایک اہم رکن زکوٰۃ کو بیت المال میں جمع کرانے سے انکار کیا، جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بھی اعلان جہاد کیا۔

۲:..... دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ایک شخص قرآن مجید کی آیات مبارکہ کے ایسے معانی بیان کرنے لگا جن سے ہوائے نفس کا پتا چلتا تھا، ان معانی اور تشریح سے مسلمانوں کے عقائد اور نظریات میں شک کا راستہ کھلتا تھا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مصر کے گورنر تھے، ان کو معلوم ہوا تو آپؓ نے جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس شخص کے اس گھناؤنے جرم کی اطلاع بھی دی اور اس کو مدینہ طیبہ بھی روانہ کردیا۔ یہ گستاخ شخص مدینہ طیبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچا، حضرت عمرؓ نے اس سے تحقیق کی ضرورت محسوس نہیں کی، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تحقیق کرچکے ہیں، اب اس سے بحث و مباحثہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، فوری طور پر علاج شروع کیا جائے، مرض کہیں بڑھ نہ جائے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کھجور کی تازہ شاخ منگوائی اور اپنے ہاتھ سے اس کے سر پر مارنا شروع کی اور خوب مارتے گئے، یہاں تک کہ خون نکل آیا، وہ چیخنے لگا اور کہا: اے امیر المومنین! آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو مہربانی کیجئے، تلوار منگوائیں اور میرا قصہ تمام کریں اور اگر آپ میرے دماغ کا خناس نکالنا چاہتے ہیں تو آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ اب وہ بھوت اتر چکا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا اور چند دن مدینہ طیبہ رکھ کر پھر واپس عراق بھیج دیا اور جناب سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا: ’’کوئی مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھے۔‘‘ دماغ درست ہوجانے کے بعد بھی اس سے مسلمانوں کو دور رہنے کا حکم دیا گیا۔

۳:..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں تعلیم قرآن کی خدمت انجام دیتے تھے، انہوں نے خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ یمامہ کے قبیلہ بنوحنیفہ کے لوگ جو کوفہ میں آباد ہوگئے تھے، ان میں بعض اشخاص و افراد مسیلمہ کذاب کے گن گاتے اور اس کی

مدح سرائی کرتے ہیں، میں نے اُن لوگوں کو گرفتار کرلیا ہے۔حضرت عثمانؓ نے جواب میں لکھا: ''ان لوگوں کو دینِ اسلام اور کلمۂ شہادت کی دعوت دو، ان میں سے جتنے آدمی اس دعوت کو قبول کرلیں اور مسیلمہ کذاب سے قطعاً منکر ہو جائیں' ان کو قید سے رہا کردو، اور جو ایسا نہ کرے' اُس کو تہِ تیغ کردو۔'' (سنن کبریٰ بیہقی، ج:۸،ص۲۰۱)

۴:....سنن کبریٰ بیہقی میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ: ''بدر کے کنواں کا پانی خشک کردو۔''

۵:.... ایک اور روایت میں ہے کہ: ''سوائے ایک کنویں کے جو بوقت جنگ ہمارے کام آئے گا، باقی سب کنویں خشک کر دیئے جائیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشرکین مکہ اور اعدائے اسلام سے متعلق یہ طرزِ عمل رہا کہ ان کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیا جائے۔ آج کے قادیانی اس وقت کے کفار اور مشرکین سے بھی بدتر ہیں، لہٰذا ان سے بھی زیادہ سخت اور مستقل بائیکاٹ کرنا ایمانی غیرت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا اہم تقاضا ہے۔

مقاطعہ یا سوشل بائیکاٹ کے متعلق فقہائے کرام کے فتاویٰ کے مطابق کسی مسلمان کا کسی قیمت پر کفر و نفاق اور زندقہ میں مبتلا لوگوں اور اعدائے اسلام سے تعلقات رکھنا اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ ایسے لوگوں سے بچنا، کنارہ کش رہنا، انہیں مسلمانوں کے اندر داخل ہونے سے روکنا ایمانی جذبہ کا تقاضا ہے بلکہ یہ مقاطعہ اس غیر مسلم اور بے دین کو یہ سوچنے پر مجبور کرے گا کہ کل تک جو شخص میرے ساتھ تھا، آج الگ کیوں ہوا؟ آج سے پہلے جو میرے ساتھ کھاتا پیتا تھا، اب کیوں چھوڑ دیا؟ اس کی خوشی غمی میری تھی، آج یہ میری خوشی غمی کا حصہ کیوں نہیں؟ چنانچہ قادیانیوں، مرزائیوں کا سماجی و اقتصادی بائیکاٹ عین عقل اور انصاف کے مطابق ہے۔

آدمی کو جس سے محبت ہوتی ہے تو محبت کی پہلی علامت یہ ہے کہ کثرت سے اس کو یاد کرتا ہے، ہر وقت اور ہر لحہ اس کا ذکر کرتا ہے اور اس کی یاد کو تازہ رکھتا ہے، تو محبت کی پہلی علامت ہے: کثرتِ ذکر۔

محبت کی دوسری علامت ہے اتباع اور پیروی، جس سے محبت ہوتی ہے اس کا انداز اپنانا، اس جیسی سیرت وصورت بنانا، یہ محبت کی دوسری بڑی علامت ہے۔

محبت کی تیسری علامت محبوب کے دوست سے محبت، اور دشمن سے نفرت اور اس کا بائیکاٹ ہے۔

چنانچہ ایک عطر فروش مشرکہ عورت، سیدہ رُبیّع بنت معوذؓ سے پوچھتی ہے کہ تم کس کی بیٹی ہو؟ اپنا تعارف کراؤ تو سیدہ رُبیّع بنت معوذؓ فرماتی ہیں: میں معوذؓ کی بیٹی ہوں۔ یہ سنتے ہی وہ مشرکہ عورت کہتی ہے تو اپنے سردار کے قاتل کی بیٹی ہے۔ سیدہ رُبیّع بنت معوذؓ کو غصہ آیا اور فرمایا: میں اپنے غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں۔ یہ مشرکہ کہنے لگی: میں تجھے اپنا عطر نہیں فروخت کروں گی، تو جواباً سیدہ رُبیّع بنت معوذؓ نے اس مشرکہ کو کہا کہ میں تیرا بدبودار عطر خریدوں گی ہی نہیں، تیرے عطر سے زیادہ بدبودار کوئی چیز میرے نزدیک نہیں ہے۔

یہ ہے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن سے نفرت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ غیرتِ ایمانی، جذبہ عشق نبی نصیب فرمائے، آمین!

آج اگر پوری دنیا کے مسلمان، بالخصوص پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش کے مسلمان قادیانیوں کی مصنوعات شیزان، مشموم، پران وغیرہ ہی کا بائیکاٹ کر دیں تو معاشی طور پر قادیانیوں کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ جس مال کے بل بوتے پر قادیانی مسلمانوں کو کافر بنانے کی کوشش کرتے ہیں، اگر ان قادیانیوں کو اس مال سے تہی دست کردیا جائے اور ان کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کردیا جائے تو یہ ان کے لئے تازیانۂ عبرت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے، آمین! ☆☆

تصویر سازی

اسلام نے انسانیت کے اعمال و اخلاق کے تزکیہ کے لئے شر وفساد کے تمام راستوں کو مسدود کردیا، شرک جو اسلام کی نظر میں سب سے بڑا ظلم ہے، تاریخ شاہد ہے کہ وہ دنیا میں مجسموں، مورتیوں، تصویروں اور فوٹوؤں کے راستہ سے آیا تھا، اس لئے اسلام نے اس منبع کفر وشرک کو حرام اور تصویر سازوں کو ملعون اور بدترین خلق قرار دے کر اس راستہ کو بند کیا۔ (مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ)

کوئی غیر مسلم اپنے مسلم رشتہ دار کی وراثت کا حق دار نہیں ہے

لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ

گزشتہ روز لاہور ہائی کورٹ نے اپنے فیصلے میں کہا تھا کہ کوئی غیر مسلم اپنے مسلم رشتہ دار کی جائیداد میں سے جانشین یا پیشرو کی حیثیت سے کوئی حصہ وراثت کا حقدار نہیں ہے۔ عدالت نے یہ حکم غلام قادر کے بیٹے طارق محمود کی درخواست پر جاری کیا جسے قادیانی بنا دیا گیا تھا۔ ناتھو جو مذہب کے لحاظ سے مسلمان تھے، گوجرہ میں 83 کنال زمین کے مالک تھے۔ ان کی وفات کے بعد یہ جائیداد ان کے بیٹوں علی محمد، عبدالرحمٰن، غلام قادر اور بیٹیوں فاطمہ اور نور بی بی کو منتقل کردی گئی۔ جواب دہندگان فتح محمد وغیرہ مرحوم ناتھو کے مسلم پوتے ہونے کی وجہ سے غلام قادر کی حد تک تبدیلی کو چیلنج کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غلام قادر عقیدے کے لحاظ سے قادیانی تھے۔ لہٰذا وہ اپنے مرحوم مسلم والد کی جائیداد کا وارث نہیں بن سکتا تھا۔ غلام قادر کے بیٹے طاہر محمود نے جرح کے دوران اعتراف کیا کہ ان کے والد قادیانی تھے اور چناب نگر میں دفن ہوئے تھے۔ نچلی عدالتوں نے مدعا علیہان فتح محمد وغیرہ کے حق میں احکامات جاری کیے۔ درخواست گزار نے نچلی عدالتوں کے احکامات کو لاہور ہائی کورٹ میں چیلنج کیا۔ عدالت نے کہا کہ برطانوی راج میں ہندوستان میں رہنے والی متعلقہ برادریوں کے پرسنل لاء کو قانون سازی کے ذریعے تحفظ فراہم کیا گیا تھا۔ اسی طرح مسلم شریعت اپلیکیشن ایکٹ 1937ء کے ذریعے مسلمانوں پر مسلم پرسنل لا کا اطلاق بھی کیا گیا۔ عدالت نے کہا کہ اس کے بعد شریعت اپلیکیشن ایکٹ 1948ء بھی نافذ کیا گیا جو مسلمانوں پر مسلم پرسنل لاء (قرآن و سنت) کے اطلاق کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ جامع اور غور طلب نقطۂ نظر ہے کہ قرآن وسنت کی سند کا اطلاق مرنے والے مسلمان کی جائداد کی وراثت پر ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک غیر مسلم اپنے مسلم رشتہ دار کی جائداد میں سے جانشین یا پیشرو کی حیثیت سے کوئی حصہ وراثت میں لینے کا حقدار نہیں ہے۔ عدالت نے 1973ء کے آئین کے آرٹیکل 260 (3) کی دفعات کے سابقہ اثرات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مذکورہ ترمیم نے صرف قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا اور اس موقف کو شریعت کے تحت موجود قرار دیا۔ اس طرح مذکورہ ترمیم کو اعلانیہ قرار دیا جا رہا ہے جو پہلے سے کام کر رہی ہے۔ عرضی کو خارج کرتے ہوئے عدالت نے کہا کہ حقائق کے ساتھ ساتھ سامنے آنے والے نتائج درخواست گزاروں کے خلاف ہیں جو اپنے دائرہ اختیار کے استعمال میں اس عدالت کی طرف سے کسی قسم کی مداخلت کا مطالبہ نہیں کرتے ہیں۔ عدالت نے یہ بھی کہا کہ درخواست گزاروں کے وکیل نے مندرجہ ذیل عدالتوں کے ذریعہ منظور کردہ فیصلوں اور فرمانوں میں کسی غیر قانونی یا مادی بے ضابطگی کی نشاندہی نہیں کی ہے اور نہ ہی کسی عدالتی نقائص کی نشاندہی کی ہے۔ عدالت نے کہا کہ ٹرائل کورٹ نے مدعا علیہان کے مقدمے کا درست فیصلہ سنایا جس کے فیصلے کو اپیلٹ کورٹ نے قانونی طور پر برقرار رکھا۔

(روزنامہ بزنس ریکارڈ، ۲۴؍دسمبر ۲۰۲۴ء)

☆☆ .... ☆☆

چار چیزوں کو طلب کرو

ایک دانا کا قول ہے کہ ہم نے چار چیزوں کی طلب کی، مگر ان کے طریق میں غلطی کھائی: (۱) ہم نے مال میں غنا کو تلاش کیا، مگر وہ قناعت میں تھی، (۲) ہم نے فراوانی اور کثرت میں راحت کو ڈھونڈا وہ قلت اور فقر میں تھی، (۳) ہم نے عزت مخلوق میں تلاش کی، مگر وہ تقویٰ میں تھی، (۴) ہم نے نعمت طعام ولباس میں سمجھی، مگر وہ اسلام میں اور اللہ تعالیٰ کی ستاری یعنی پردہ پوشی میں تھی۔ (تنبیہ الغافلین ص:۲۵۹)

(انتخاب:.... حافظ محمد سعید لدھیانوی)

قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ

ایک جذباتی نعرہ یا ایمانی تقاضا؟

حافظ محمد انس، ملتان

شیزان منکرینِ ختم نبوت قادیانیوں کی بدنام زمانہ مشروب ساز فیکٹری ہے۔ اقتصادی اعتبار سے یہ فتنہ قادیانیت کے لئے ریڑھ کی ہڈی ہے۔ سادہ لوح مسلمان بھائیو! آپ نے کبھی غور کیا کہ جب آپ شیزان کی مصنوعات خریدتے ہیں تو آپ کی جیب سے رقم نکل کر مالکان شیزان کی تجوریوں میں جاتی ہے اور پھر اس رقم کا کثیر حصہ قادیانیوں کے مرکزی فنڈ میں چلا جاتا ہے۔ جس سے قادیانیت کے کفریہ اور خلاف اسلام منصوبے تکمیل پاتے ہیں۔ اس رقم کے ذریعہ قادیانی عبادت گاہیں تعمیر ہوتی ہیں۔ قادیانی مبلغین کو تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ سادہ لوح مسلمانوں کو قادیانیت کے جال میں پھنسا کر مرتد بنایا جاتا ہے۔ تحریف شدہ قرآن اور مسخ کردہ احادیث شائع کی جاتی ہیں۔ قادیانی عقائد پر مشتمل کفریہ لٹریچر شائع کیا جاتا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی جاتی ہے۔ انبیاء کرامؑ کی توہین اور صحابہ کرامؓ کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف خطرناک منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ سوچیں اور خوب سوچیں کہ آپ غیر ارادی طور پر قادیانیوں کے ان کفریہ منصوبوں میں کس حد تک شریک ہوئے؟

مسلمان بھائیو! آپ نے کبھی سوچا ہے کہ ہم شیزان کی مصنوعات خرید کر قادیانی قزاقوں کی جھولیاں مال و دولت سے بھرتے ہیں۔ اقتصادی طور پر ان کو مضبوط بناتے ہیں اور اس گناہ عظیم کا ارتکاب بار بار کرتے ہیں تو ہماری دینی حمیت اور مذہبی غیرت کا معیار کیا ہوا؟۔ آپ نے کبھی سوچا کہ جلی ہوئی روٹی اور بے ذائقہ سالن آپ کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ اشیائے خوردنی پر مکھیاں بھنبھنا رہی ہوں تو آپ کو گھن آتی ہے۔ لیکن شیزان جیسا ارتدادی مشروب اپنے معدہ میں انڈیلتے ہوئے آپ کو گھن کیوں نہیں آتی؟ اپنے دشمن کے گھر کی چیز تو آپ نہیں کھاتے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے بدترین دشمن کا تیار کردہ مشروب آپ کیسے پی لیتے ہیں؟ قادیانی مصنوعات خریدنا قادیان کی جھوٹی نبوت کے کفریہ فنڈ میں معاونت کرنا ہے۔ شیزان کی مصنوعات خریدنا گویا عقیدۂ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کے ہاتھ مضبوط کرنا اور ناموس رسالت کے دشمنوں کو مسلح کرنا ہے۔ اگر آپ کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی ہے کہ باپ یا بھائی کے دشمن کے ساتھ کاروبار کر کے اس کو فائدہ پہنچائیں تو پھر سوچیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ کاروبار کرنے اور شیزان کی مصنوعات خرید کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کرتے وقت آپ کی غیرت ایمانی کہاں رخصت کھو جاتی ہے؟

☆☆ .... ☆☆

عقیدۂ ختم نبوت

’’حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت اس اُمت پر ایک احسان عظیم ہے، اس عقیدے نے اُمت کو وحدت کی لڑی میں پرو دیا ہے، ہر دور اور ہر عہد کی تاریخ کا مطالعہ کریں یا پوری دنیا میں کہیں بھی چلے جائیں یہ بات واضح نظر آئے گی کہ خواہ کسی قوم، کسی زبان، کسی علاقے اور کسی عہد کا باشندہ ہو، اگر وہ مسلمان ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان ہے تو اس کے عقائد، اس کی عبادات، اس کے دین کے ارکان، اس کے طریقے میں آپ کو یکسانیت اور وحدت اسی طرح نظر آئے گی، جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھی۔‘‘ (مولانا محمد امجد خان، لاہور)

مجموعۂ کتب

حیات الانبیاء علیہم السلام

صفحات: تقریباً ۱۰۰۰۰۔ جلدیں: ۱۷۔ کل تعداد مشمولہ کتب: ۱۲۲

کل تعداد مصنفین: ایک سو کے لگ بھگ مشاہیر کے رشحات قلم، کمپوزنگ عمدہ، طباعت معیاری، کاغذ، پیکجز تعلیم، گلیز وسفید سائز ۲۳×۳۶×۱۶ جلد بیرونی طرز، لیمینیشن، پشتہ باجوڑ، طباعت واشاعت کی تمام خوبیوں کا مرقع، دلآویز، دلربا، دلنشین آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سرور، نظر پڑتے ہی دل موہ لینے والا مجموعہ کتب۔

پون صدی سے جس خزانہ تک رسائی مشکل تھی اب اتنی آسان کہ سبحان اللہ، معلومات کا بحر ذخار، جس کا مدتوں سے انتظار تھا وہ لمحہ سعادت آن پہنچا، ہزاروں خوشیوں کا سامان کہ منتشر خزانہ یکجا ہو گیا۔

عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گلدستہ دیکھنے میں خوشنما، سیٹ رکھنے اٹھانے میں خیر الامور اوسطہا کا مصداق، سیٹ گتہ پیک۔ رعایتی قیمت سیٹ: ساڑھے سات ہزار (۷۵۰۰ روپے) فقط۔ گویا لاگت، اس سے سستا و رعایتی اتنا بڑا کوئی اور سیٹ کہیں سے دستیاب ہونا مشکل بلکہ ناممکن، تجربہ شرط۔

مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

رابطہ کے لیے

جناب عزیز الرحمن رحمانی 03338827001

مولانا عتیق الرحمن سیف 03447121967